شہری

برائے بہتر ماحول

جولائی تا دسمبر 2007ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے — مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- کراچی میں آبی شعبے کی منصوبہ بندی
- بندرگاہوں اور بندوں کی ترقی میں ماحولیاتی خدشات
- شہری سیمینار
- ایکسپریس وے کے ماحولیاتی مضمرات

ٹریفک جام: ٹرانسپورٹرز قانون کی خلاف ورزی میں ملوث ہیں

پولیس کو جدید خطوط پر منظم کرنے کی ضرورت ہے

ٹریفک پولیس کی ناقص کارکردگی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے قصے کسی سے پوشیدہ ہیں، لیکن جب کراچی ٹرانسپورٹ اتحاد کے صدر ارشاد بخاری نے پولیس کے اعلیٰ افسران کے سامنے کھلے عام یہ تسلیم کیا کہ ٹرانسپورٹر ہر مہینے لاکھوں روپے پولیس کو دیتے ہیں تاکہ پولیس ٹریفک کی خلاف ورزیوں پر اپنی آنکھیں بند کر لے تو سامعین تھوڑے سے حیران اور پریشان ضرور ہوئے۔

ارشاد بخاری نے یہ انکشاف 'شہروں کا انتظام: ٹرانسپورٹ مسائل' کے موضوع پر ہونے والے ایک سیمینار میں کیا تھا جس کا انعقاد 'شہری' نے کیا تھا۔ اس سیمینار میں ٹریفک پولیس کے ڈی آئی جی واجد علی درانی کے علاوہ دیگر اعلیٰ افسران کی خاصی تعداد بھی موجود تھی۔

سیمینار میں کراچی کی ٹریفک پولیس کی کارکردگی کو سخت نشانہ بنایا گیا کہ وہ ٹریفک کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کے خلاف مؤثر قدم نہیں اٹھاتی لیکن عام ڈرائیوروں خصوصاً نوجوان موٹر سائیکل سواروں کو تنگ کرنا ان کا عام وطیرہ ہے۔ بات بے بات پر ان سے پیسے اینٹھے جاتے ہیں۔ اب تو حالات اس قدر خراب ہیں کہ اگر ان کے اشارے پر گاڑی نہ روکی جائے تو گولی مارے جانے کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ کسی اندھیرے نکڑ پر کھڑے عام پولیس کی وردی میں رائفل بردار سپاہیوں

مضمون صفحہ 5 پر ملاحظہ فرمائیں

بل بورڈز کے لیے عوام دوست قوانین بنائے جائیں

کراچی کی تمام بڑی شاہراہوں پر بڑے بڑے بے ہنگم ہورڈنگ اور بل بورڈز کو دیکھ کر ہمیشہ ناگواری کا احساس پیدا ہوتا ہے اگرچہ کہ ان میں کچھ جمالیاتی حسن کے مالک ہیں لیکن ان کی بیشتر تعداد نہ صرف بدنما ہے بلکہ خطرناک بھی ہے۔ بڑے بڑے آہنی ڈھانچوں کی اس یلغار نے شہر کے حسن میں اضافہ کرنے کی بجائے کئی مسائل پیدا کیے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ان کی تعمیر میں جمالیاتی حس کے ساتھ ساتھ قانونی ضابطوں اور اصولوں کا خیال نہیں رکھا گیا۔ چند ماہ قبل کراچی میں اچانک طوفانی باد و باراں آیا تو درختوں کے ساتھ ساتھ لاتعداد بل بورڈ بھی زمین بوس ہوئے اور جانی و مالی نقصان کا باعث بنے جب ہر طرف سے احتجاجی آوازیں بلند ہوئیں تو کچھ بل بورڈوں کو ہٹایا گیا کچھ کے بدنما آہنی ڈھانچے اب بھی ایستادہ ہیں۔

(باقی صفحہ 3 پر ملاحظہ فرمائیں)

شہری

جی206 بلاک2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی-75400، پاکستان
ٹیلی فون/ فیکس 92-21-453-0646
92-21-438-2298
E-mail: Shehri@cyber.net.pk
(Web site) www.shehri.org

ایڈیٹر : نسرین بیگ

انتظامی کمیٹی:
چیئرپرسن : رونالڈ ڈی سوزا
وائس چیئرپرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : شیخ رضوان عبداللہ
ارکان : خطیب احمد، ڈیرک ڈین، حنیف اے ستار

شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: ریحان اشرف

بانی ارکان:
نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
حمیرا رحمٰن، دانش آذر زوبی
زین شیخ، خالد ندوی، قیصر بنگالی

قلمکاروں کی ضرورت:
شہری نیوز لیٹر طلبا، ماہرین ماحولیات/تعمیرات اور ماحولیات میں دلچسپی رکھنے والے شہریوں میں مقبول ہے۔ آپ بھی 'شہری' کے لیے لکھیے۔ اس ضمن میں معلومات کے لیے 'شہری' کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔

شہری کی رکنیت "شہری برائے بہتر ماحول" کے تمام ارکان کے لیے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن:
ضیاء الدین حیات
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونی کیشن (IPC)

مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
ممبر IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

سے کسی بھی بات کی توقع کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک عام سیدھے سادے شہری کو مجرم گردانتے ہوئے گولی بھی مار سکتے ہیں، حالانکہ موٹر سائیکل سواروں کے ڈرائیور لائسنس یا گاڑی کے کاغذات کی چیکنگ کا اختیار پولیس کے عام سپاہی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ اختیار صرف ٹریفک پولیس کا ہے۔ بہرحال جب کراچی ٹرانسپورٹ اتحاد کے صدر ارشاد بخاری نے یہ کہا کہ ٹرانسپورٹرز ہر ماہ پولیس افسران کو بھتہ دیتے ہیں تو ٹریفک پولیس ڈی آئی جی واجد درانی نے ان سے دریافت کیا کہ وہ پولیس کو بھتہ کیوں دیتے ہیں؟ بخاری صاحب نے نہایت معصومیت سے جواب دیا کہ 'ہمیں اپنی گاڑیاں چلانی ہیں۔ اگر ہم بھتہ نہیں دیں گے تو پولیس ہماری گاڑیاں پکڑ کرلے جائے گی'۔

یہ پیشکش کی کہ اگر وہ ان کے پاس ایسے کیسز لے کر آئیں تو وہ ذمہ دار افسران کے خلاف ضرور کوئی ایکشن لیں گے لیکن بخاری نے جواب میں خاموشی اختیار کرلی۔

البتہ واجد درانی نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ ان کے محکمے میں بدعنوانی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا 'ہمارے نظام میں رشوت ستانی موجود ہے۔ لیکن جب ایک مسئلہ طویل عرصے سے موجود ہو اور اس کی جڑیں بہت گہری ہوں تو اس کے خاتمے کے لیے وقت لگے گا اسے راتوں رات ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے'۔

شرکا نے زور دیا کہ پولیس کو جدید خطوط پر منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ درپیش مسائل کے پائیدار حل کے لیے ان کی مناسب تربیت کا انتظام بھی ضروری ہے۔ شرکا کا یہ بھی مشورہ تھا کہ دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں پر بھاری جرمانے عائد کیے جائیں کیونکہ وہ فضائی آلودگی کا باعث ہیں۔

اس مشورے کے خلاف ارشاد بخاری نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'شہری حکومت اور خود پولیس کی موبائل گاڑیاں بھی دھواں چھوڑتی ہیں۔ ان کے خلاف بھی اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ صرف ٹرانسپورٹروں کو نشانہ بنانا کسی طرح بھی مناسب اور انصاف نہیں ہے'۔

انہوں نے دھمکی دی کہ جس طرح لاہور میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف چلائی جانے والی مہم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ٹرانسپورٹروں نے ہڑتال کردی تھی۔ اسی طرح اگر یہاں بھی دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں پر بھاری جرمانہ عائد کیا گیا تو ہم ہڑتال کریں گے'۔

ارشاد بخاری نے ٹریفک رضا کاروں کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ ٹاؤنز اور شہری حکومت نے رمضان میں شہر کی بڑی شاہراہوں پر ٹریفک رضا کاروں کو تعینات کیا تھا۔ بخاری نے انہیں متحدہ قومی موومنٹ کے کارکن قرار دیتے ہوئے کہا کہ 'ہم ایم کیو ایم کے کارکنوں کو ٹریفک کے رضا کاروں کی حیثیت سے قبول نہیں کرتے۔ اگر انہوں نے لاٹھیاں پکڑیں تو ہم اپنے ڈرائیوروں کو بھی ڈنڈے تھمادیں گے'۔

ڈی آئی جی ٹریفک نے ٹریفک کی حالت زار کے لیے پبلک ٹرانسپورٹروں کی بجائے موٹر سائیکل سواروں کو ذمہ دار ٹھہرایا اور کہا 'روزانہ تقریباً 1000 موٹر سائیکل سواروں کا چالان ہوتا ہے جو ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی میں ملوث ہوتے ہیں۔

انہوں نے بتایا 'کچھ عرصہ قبل سیاسی وجوہ کی بنا پر ہمیں ہدایات دی گئیں کہ موٹر سائیکلوں پر جرمانہ نہ کیا جائے۔ لیکن میں نے اس حکم کو رد کردیا۔ کیونکہ یہی لوگ خرابی اور ابتری لانے کے ذمہ دار ہیں۔

سیمینار میں جب اکثر شرکاء نے یہ شکایت کی کہ ٹرانسپورٹرز ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی میں ملوث ہوتے ہیں تو ارشاد بخاری نے اس سے انکار نہیں کیا اور کہا 'قانون کی خلاف ورزی یہاں کون نہیں کرتا۔ ہم بھی وہی کر رہے ہیں جو دوسرے کرتے ہیں'۔ ڈی آئی جی ٹریفک پولیس درانی کا خیال ہے کہ ٹریفک کی صورتحال اس لیے ابتر ہے کہ شہر میں ترقیاتی کاموں کے باعث سڑکیں کھدی پڑی ہیں۔ سڑکوں کی عمومی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ دوسری طرف سڑکوں پر ناجائز قبضے قائم ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے سڑکوں کی حالت درست ہو اس کے بعد سڑکوں پر سے ناجائز قبضے ختم کیے جائیں۔ آدھی سے زیادہ سڑکوں پر پتھارے داروں اور ٹھیلے والوں کا قبضہ ہے۔ گاڑیوں کی پارکنگ ہوتی ہے۔ جب ان حالات پر قابو پالیا جائے تو ٹریفک کی صورتحال خود بخود بہتر ہو جائے گی اور ٹریفک کسی رکاوٹ کے بغیر رواں ہوگی۔

واجد درانی نے یہ بھی کہا کہ 'ٹریفک کی غیر مؤثر نگرانی کی ایک بڑی وجہ وسائل اور عملے کی کمی ہے۔ شاہراہ فیصل پر ہمارے 32 افسران ایک شفٹ میں کام کرتے ہیں۔ اس لیے ہم وہاں قانون کی بالادستی کو مؤثر طور پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ وسائل کی غیر موجودگی میں ہم پورے کراچی میں قانون کو کامیابی سے نافذ نہیں کرسکتے۔

انہوں نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا 'ٹریفک پولیس فورس تقریباً 1100 افراد پر مشتمل ہے۔ لیکن وہ

بھرپور طور پر حرکت پذیر نہیں ہے۔ ہمارے پاس صرف 400 موٹرسائیکلیں ہیں۔ اگر ہمارے پاس 200 مزید موٹرسائیکلیں اور ہوں تو صورتحال مزید بہتر ہوسکتی ہے'۔

ڈی آئی جی نے یہ بھی کہا کہ شہر میں تقریباً 976 مقامات ایسے ہیں جہاں ایک سے زیادہ سڑکیں ملتی ہیں۔ ان مقامات پر ٹریفک کو باقاعدہ بنانے کے لیے 7000 افسروں کی ضرورت ہے جو تین شفٹوں میں اپنے فرائض سرانجام دیں'۔

محکمہ پولیس میں کم تنخواہوں پر مشکل حالات میں فرائض کی سرانجام دہی کا تذکرہ بھی ہوا۔ جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سیمینار سے صوبائی سیکریٹری برائے ٹرانسپورٹ رسول بخش پھلپھوٹو نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا 'حکومت دھواں چھوڑنے والی پرانی بسوں پر فوری پابندی لگانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی لیکن ہم پرانی بسوں کو مرحلہ وار سڑکوں سے ہٹانے کے ایک طریقہ کار کو وضع کر رہے ہیں۔ ایک متبادل کی غیرموجودگی میں ان پرانی بسوں پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ شہری حکومت سی این جی بسوں کو لانے کا پروگرام بنارہی ہے۔ ہم بھی اس کا انتظار کر رہے ہیں'۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ 15 سے 18 برس پرانی گاڑیوں کو سڑک پر لانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے شہری حکومت اور پولیس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا یہ ادارے ٹریفک کے نظام میں بہتری لانے کے لیے بہترین خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے ٹرانسپورٹروں پر بھی زور دیا کہ کراچی کے لوگوں کو ایک اچھا ٹرانسپورٹ نظام مہیا کرنے کے لیے شہر میں نئی بسیں لائیں۔ اس سلسلے میں حکومت ٹرانسپورٹروں کو تمام ممکنہ سہولتیں فراہم کرے گی۔

جرمنی کے شہر بریمر ہیون کے سابق لارڈ میئر میفر یڈ یچر۔ جمیل حسین۔ ظہیرالاسلام اور دیگر افراد نے بھی سیمینار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

❀❀❀

بقیہ: بل بورڈ کے لیے عوام دوست قوانین

گذشتہ ہفتے جب مقامی ہوٹل میں 'ہورڈنگز اور بل بورڈز۔ پالیسی اور نفاذ میں مسائل' کے موضوع پر شہری برائے بہتر ماحول کی جانب سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا تو شرکاء کی جانب سے بیرونی اشتہارات کی تخلیق کردہ بصری آلودگی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن وہاں اس تنقید کا جواب دینے کے لیے شہر کی زمین کے مالک ہونے کے دعویدار اداروں میں سے ایک بھی موجود نہیں تھا۔ اس ضمن میں عوام دوست قوانین بنائے جائیں اور ان پر سختی سے عمل بھی کیا جائے۔ موجودہ متعلقہ قوانین کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اشتہارات میں گھرے عوام کو سکون نصیب ہو۔ مختلف عمارات کی چھتوں اور شہراہوں کے اطراف نصب ان اشتہارات میں سے کچھ جمالیاتی حسن سے عاری ہیں اور کچھ اگر عامیانہ نہیں ہیں تو ہماری ثقافتی اقدار پر پورے نہیں اترتے۔

بل بورڈز کا مسئلہ خاصا الجھا ہوا ہے۔ کیونکہ کراچی میں زمین کے مالک بہت سے ادارے ہیں اور ہر ادارے کے اپنے قوانین اور ضابطے ہیں۔ صورتحال اس لیے بھی گمبھیر ہے کہ یہ ادارے مسائل کے حل کے لیے آپس میں تعاون نہیں کرتے بلکہ یہ تنازعات کو جنم دیتے ہیں اس کے علاوہ متعلقہ پالیسیوں اور ان کے نفاذ کے عمل میں کوئی رابطہ اور واسطہ نظر نہیں آتا۔ اس لیے شہری لینڈ اسکیپ کے اس اہم پہلو کو قانونی، معیاری، باقاعدہ بنانے اور نفاذ کے لیے راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ان تمام قوانین کو یکساں اور سب کے لیے قابل قبول بنانے کی ضرورت ہے۔ بہتر ہوگا کہ کوئی ایک شہری ادارہ ان قوانین کو بنانے اور عملدرآمد کرانے کا مجاز ہو۔

سیمینار میں یہ بات باربار دہرائی گئی کہ شہری حکومت نے قوانین اور پالیسیاں تو بنالی ہیں لیکن وہ مبہم ہیں۔ اس لیے ان کی توضیح اپنے اپنے مفاد اور مقاصد کے تحت باآسانی کی جاسکتی ہے۔ کنٹونمنٹ بورڈ کے دائرہ اختیار میں شہر کی سب سے زیادہ زمین ہے۔ انہوں نے ایک مختصر سا کتابچہ بھی شائع کیا ہے لیکن وہ اس اہم مسئلے پر مبہم معلومات فراہم کرتا ہے جنہیں بہت آسانی کے ساتھ توڑا اور مروڑا جاسکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں سب سے زیادہ خلاف ورزیوں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

این ای ڈی یونیورسٹی کے شعبہ تعمیرات کے سربراہ ڈاکٹر نعمان احمد نے کہا کہ بظاہر بےضرر اور شفیق نظر آنے والے یہ بل بورڈ حقیقتاً موت کا جال بن چکے ہیں۔ تیز رفتار ہواؤں کے جھکڑوں کے سامنے یہ کھڑے نہیں رہ سکتے اور اچانک معصوم اور بےخبر شہریوں کو لقمۂ اجل بننا پڑتا ہے۔ کئی گاڑیاں تباہ و برباد ہوتی ہیں۔

> عوام دوست قوانین بنائے جائیں اور ان پر سختی سے عمل بھی کیا جائے موجودہ متعلقہ قوانین کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اشتہارات میں گھرے عوام کو سکون نصیب ہو

ڈاکٹر نعمان نے بتایا کہ پہلے یہ بل بورڈ چھوٹے سائز کے ہوتے تھے۔ ان کی تعداد بھی کم تھی۔ لیکن گذشتہ چند برسوں میں ان کی تعداد میں نہ صرف حددرجہ اضافہ ہوا ہے بلکہ ان کے سائز بھی متناسب نہیں رہے۔ کیونکہ مقابلتاً یہ ایک سستا اشتہاری ذریعہ ہیں ان لیے کاروباری اداروں میں بہت مقبول ہیں۔

ڈاکٹر نعمان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہمارے ملک میں تجارت زیادہ تر بےقاعدہ رہی ہے اور جو قوانین موجود ہیں ان کا نفاذ کسی طرح بھی آئیڈیل نہیں ہے چنانچہ مواد کی ڈیزائننگ کے معیار کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے جس کے نتیجے میں بل بورڈز کے منہدم ہونے سے قیمتی جانیں اور املاک تباہ و برباد ہوتی ہیں۔

انہوں نے ماہرین، ماہرین تعمیرات اور انجینئروں کی تنظیموں اور شہری معاشرے کے اراکین پر زور دیا کہ وہ پالیسی سازی اور مانیٹرنگ کے عمل میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں نیز انہوں نے جگہ کی الاٹمنٹ میں شفاف پن پر بھی زور دیا۔ ہاک ایڈورٹائزنگ کے چیف آپریٹنگ آفیسر کامران ثانی نے کہا کہ ہم آرٹ اور شور تخلیق کرتے ہیں۔ لیکن گذشتہ چند برسوں میں شہر نے بصری شور آلودگی کا مشاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے موکلوں کے دباؤ کا بھی تذکرہ کیا کہ شہر میں ہر جگہ بل بورڈوں کا ایک ہجوم جو نظر آتا ہے۔

یہ موکلوں کے دباؤ کا ہی نتیجہ ہے۔ وہ اپنی بات منوانے کے لیے ہر جائز وناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اس معاملے میں نوجوانوں کو شامل کیا جائے۔ کیونکہ جمالیاتی لحاظ سے وہ بڑوں سے بہتر انداز میں سوچتے ہیں۔

ثانی نے قوانین کی کھلی خلاف ورزیوں کو بھی اجاگر کیا کہ شہر کے کسی بھی مخصوص مقام پر بینرز لگانے کی اجازت نہیں ہے لیکن بینرز ہر جگہ لگے نظر آتے ہیں۔ پالیسیاں واضح ہیں لیکن ان پر عملدرآمد کا فقدان بھی ہے۔

اشتہارات ماحول کو روشن اور روح پرور بنا سکتے ہیں۔ اس کی ایک مثال نیویارک کا ٹائمز اسکوائر ہے۔ وہاں ہورڈنگز کو ایک ایسے خوبصورت انداز میں استعمال کیا گیا جس نے ماحول کو حسین اور دلکش بنا دیا۔ ہورڈنگز کے استعمال کو کارآمد اور بامصرف بنایا جاسکتا ہے انہیں بدنما عمارات اور دیگر جگھوں پر ان کی بدصورتی کو پوشیدہ کرنے کے لیے نصب کیا جائے۔ دیواروں پر اشتہارات لکھنے پر پابندی عائد کی جائے۔ اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات اٹھانے کی ضرورت بھی دوچند ہے۔

ایشیا سائن ایسوسی ایشن کے پاکستان سربراہ محسن درانی نے دعویٰ کیا کہ شہری حکومت کے متعلقہ قوانین پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ شہر میں بل بورڈز کے گرنے کی وجہ غیرمعمولی تیز ہواؤں کے جھکڑ تھے۔ چند ایک بل بورڈ گرے اور چند ایک لوگوں کی موت کا باعث بنے۔ امریکہ میں ہری کین کترینا آیا جس میں 4500 سے زیادہ بل بورڈ زمین بوس ہوئے اور 450 سے زیادہ افراد ان کی زد میں آکر موت کا شکار ہوئے لیکن کسی نے اس مسئلے کو نہیں اچھالا، جبکہ یہاں ہر شخص بیرونی اشتہار بازی پر انگلی اٹھا رہا ہے۔

سیمینار میں یہ نقطہ بھی اٹھایا گیا کہ شہر میں پہلے ہی بجلی کا بحران ہے اس لیے بل بورڈ اور ہورڈنگز کو شمسی توانائی سے روشن کیا جائے تاکہ گھریلو صارفین کو لوڈشیڈنگ کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے۔ درانی نے اس کے جواب میں کہا کہ کچھ عرصہ قبل شاہراہ فیصل کے ایک بل بورڈ پر شمسی توانائی کے چار پینل نصب کیے گئے تھے جو چند دن بعد ہی چوری ہو گئے۔

سیمینار میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ شہر کی تقریباً ایک تہائی زمین شہری حکومت کے زیرانتظام ہے۔ جو قوانین، پالیسیوں اور ٹیکنیکل عملے سے لیس ہے۔ بقیہ زمین جن دیگر اداروں کے زیرانتظام ہے وہ نہ تو اہل و قابل عملے کے حامل ہیں اور نہ ہی ان کے قوانین وقت سے مطابقت رکھتے ہیں۔

درانی نے بتایا کہ ان کی انجمن قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے اپنے اراکین کی نگرانی نہیں کرتی کیونکہ یہ قوانین نافذ کرنے والے سرکاری اداروں کی ذمہ داری ہے۔ کے ای ایس سی وقت کی پابندی عائد کرنا چاہتی تھی پھر رات 9 یا 10 بجے کے بعد بل بورڈ روشن نہیں رہتے۔ کچھ بل بورڈ زاویے دار آہنی کھمبوں پر نصب کیے گئے ہیں اگر ان کی مناسب نگرانی نہیں کی گئی تو یہ اور بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔

درانی صاحب نے یہ بھی شکوہ کیا کہ بل بورڈوں کے بہت سے مقامات ختم کردیے گئے ہیں۔ ان کے مقامات کا ٹیکس/کرایہ 1500 روپے فی مربع فٹ وصول کیا جاتا ہے اور کچھ جگھوں پر جہاں بل بورڈ 450,000 پر دستیاب تھا اب اس کی لاگت تقریباً 1.4 ملین یعنی 14 لاکھ روپے ہوچکی ہے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس قدر مہنگے بل بورڈ لگا کر کمپنی کتنا زیادہ مالی فائدہ اٹھاتی ہوتی اور ہم عوام جو مہنگائی کا رونا روتے نہیں تھکتے۔ کنزیومرازم کی اس دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں۔ خیر یہ ایک الگ بحث ہے۔

سیمینار کے دوران احمد کپاڈیا نے اس وقت اضطراب اور ہل چل پیدا کی جب انہوں نے بیرونی اشتہار بازی کو ایک مافیا قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کے کاروبار پر ضرب لگانا آسان نہیں ہے۔ اگر موثر پالیسیاں ہوتیں یا قوانین، قاعدے اور ضابطے ہوتے تو شہر بھر میں بکھرے ہوئے بڑے بڑے ڈھانچے اب تک نظر نہیں آتے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ زندگی توازن کا نام ہے اور جو چیز متوازن نہیں ہے تو وہ یا تو بدصورت ہے یا پھر خطرناک ہے۔

احمد کپاڈیا کے تبصرے پر درانی صاحب نے سخت ردعمل کا اظہار کیا اور کہا کہ اس مسئلے میں شہری حکومت سے لے کر مشتہرین تک ملوث ہیں۔ ان سب کو مافیا قرار دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ وہ اس پر قانونی رائے حاصل کریں گے اور ہوسکتا ہے کہ وہ کپاڈیا صاحب کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا فیصلہ کریں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ شہری ضلعی حکومت کراچی اور کنٹونمنٹ بورڈوں کے الگ الگ قوانین اور پالیسیاں یکجا ہوجائیں اور ایک واحد ادارے کے تحت آجائیں تو ان کا نفاذ آسان ہوجائے گا اور جو لوگ اس بیرونی صنعت پر بے جا تنقید کرتے ہیں انہیں حقیقتاً اس کی اہمیت کو جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ درانی صاحب نے اس بیرونی صنعت کے ضوابط کو بھی اجاگر کیا کہ یہ صرف اراکین کو ایک طرز عمل مہیا کرتی ہے اور کسی قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں لائسنس کو منسوخ کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

کراچی شہر کی زمین کی ملکیت کا دعویٰ 19 مختلف ادارے کرتے ہیں لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ اس سیمینار میں اٹھائے گئے سوالات کا جواب دینے کے لیے کسی ایک ادارے کا کوئی بھی نمائندہ موجود نہیں تھا۔ شہری کے نمائندے فرحان انور نے شرکاء کو بتایا کہ 'ناظم کراچی مصطفیٰ کمال نے اس سیمینار کی صدارت کرنا قبول کی تھی لیکن وہ اپنی کسی اہم میٹنگ کے باعث نہیں آسکے اور جہاں تک دوسرے اداروں کا تعلق ہے تو مسلسل کوششوں کے بعد بھی ان سے رابطہ ممکن نہیں ہوسکا'۔

شہری حکومت سمیت دیگر متعلقہ اداروں کی غیرحاضری بہت کچھ بیان کررہی ہے۔ ایسا کچھ تو ہے جس کی پردہ داری مقصود ہے۔

⊛⊛⊛

ہورڈنگز کے استعمال کو کارآمد اور بامصرف بنایا جاسکتا ہے انہیں بدنما عمارات اور دیگر جگھوں پر ان کی بدصورتی کو پوشیدہ رکھنے کے لیے نصب کیا جائے۔ دیواروں پر اشتہارات لکھنے پر پابندی عائد کی جائے

کے ڈبلیو اینڈ ایس بی نے زیادہ تر پیداوار میں اضافے اور ترسیل میں سرمایہ کاری کی کارکردگی کی بہتری کو نظرانداز کیا گیا

کراچی میں آبی شعبے کی منصوبہ بندی

لائنوں کا پانی بہاؤ کی کمی کے باعث آلودہ ہو چکا ہے

فرحان انور

کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ عوامی خدمات فراہم کرنے والا ایک اہم ادارہ ہے۔ اسے احتساب، شفاف پن کے فقدان، خودمختار حکمت عملی، قانونی ابہام، ایک غیر مؤثر ڈھانچہ، فنی کوتاہی، غیر متوازن محصولات اور معاشی دیوالیہ پن کے شدید ترین بحران کا سامنا ہے۔ ذیل میں چند متعلقہ مسائل پر بحث کی گئی ہے جو شعبے کی موجودہ صورتحال کو واضح کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

بنیادی سہولیات

کراچی میں پانی کی فراہمی اور حفظانِ صحت کی خدمات کی تقسیم اور تفویض مختلف سطحوں پر نہایت کمزور ہے جس کا خمیازہ شہر اور شہریوں کو شدید معاشی اور معاشرتی مسائل کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ کراچی میں کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے نیٹ ورک سے منسلک مکانوں کو روزانہ تین سے چار گھنٹے تک پانی ملتا ہے۔ پانی کی قلت عوامی صحت کے لیے مضر ہے۔ کیونکہ پائپ لائنوں کا صاف پانی، بہاؤ کی کمی کے باعث آلودہ ہو چکا ہے۔ نیٹ ورک میں رساؤ اور پانی کی چوری کی اعلیٰ سطح (30%) نے صورتحال کو شدید تر کردیا ہے۔

شہر کو فراہم کیا جانے والا تقریباً 70 فیصد پانی آلودہ پانی کی صورت میں واپس آجاتا ہے۔ شہر میں گھریلو اور زہریلے صنعتی فضلاتی پانی کی کُل مقدار 315 یم جی ڈی پیدا ہوتی ہے۔ کراچی میں آلودہ پانی کو صاف کرنے والے تین پلانٹ ہیں جو مل کر کُل 151 ایم جی ڈی گندے پانی کو صاف کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بقیہ ناصاف شدہ پانی لیاری ندی سمیت نالوں کے ذریعے سمندر میں گرایا جاتا ہے۔ آلودہ پانی کے نالوں کی کُل لمبائی 3500 میل اور اصل نالوں، ثانوی نالوں اور ضمنی نالوں کے قطر 8 سے 66 انچ تک ہیں۔

مناسب اور معقول نیٹ ورک کی عدم موجودگی میں کئی جگہوں پر آلودہ پانی کا رخ بارش کے پانی کے نکاسی کے نالوں کی جانب موڑ دیا جاتا ہے جس کی مثال لیاری/ملیر ندیاں۔ گوجر نالہ، اورنگی نالہ اور دیگر ضمنی نالے ہیں۔ بہت سی کچی آبادیاں بھی ہیں جہاں شہر کی 40 فیصد سے زیادہ آبادی رہائش پذیر ہے۔ شہر کی آبادی جس کے لیے بنیادی طور پر جو نظام وضع کیا گیا تھا اس میں موجودہ نظام کی گنجائش سے کہیں زیادہ اضافہ ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں آلودہ پانی کے نکاس کا نیٹ ورک ضرورت سے زیادہ دباؤ کا شکار ہو چکا ہے اور کئی علاقوں میں یہ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نہایت ناکافی ہے۔

جہاں تک بلدیاتی فضلاتی پانی کو صاف کرنے کا تعلق ہے تو آلودہ پانی کو صاف کرنے والے تینوں پلانٹ 20 سے 30 فیصد تک ہی موثر طور پر کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ آلودہ پانی کے پائپ ثانوی اور اصل بدروؤں کی اکثریت مذکورہ پلانٹوں سے منسلک نہیں ہیں جس کے نتیجے میں پانی کا پریشر ناکافی ہے۔ ان پلانٹوں کو چلانے کے لیے تربیت یافتہ عملے اور او/ایم طریقہ کار/عمل اور بحران سے نمٹنے کی ضروریات کو پورا کرنے کا فقدان ایک اور امر مانع ہے۔ ناکامی معاشی ذرائع بھی پلانٹ کی ترقی اور مناسب دیکھ بھال کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

کے ڈبلیو اینڈ ایس بی نے ماضی میں زیادہ تر پیداوار میں اضافے اور ترسیل میں سرمایہ کاری کی کارکردگی کی بہتری کو نظرانداز کیا۔ چنانچہ نیٹ ورک اور سہولتیں برباد ہوئیں اور عدم کارکردگی اور نقصانات نے طریق عمل کو تباہ کردیا۔ معاشی استعداد کے دباؤ اور رکاوٹوں نے بڑے اخراجات، طریق عمل اور پائیداری پر ارزاں طریقوں پر مبنی منصوبہ بندی سے باز رکھا۔

ایک باقاعدہ پالیسی کی موجودگی نے کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کو اس کی کارکردگی کے لیے جواب دہ بنانا مشکل بنا دیا ہے۔ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی اب بھی کے ڈبلیو اینڈ ایس بی ایکٹ 1996ء کے اصولوں

پر چلایا جارہا ہے، لیکن یہ سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس (ایس ایل جی او) 2001ء کی شرائط کے تحت بھی کام کرتا ہے۔ جس میں وسیع تر تفویض اختیارات کے عمل اور اس کے دائرہ اختیار کے طول و عرض میں صوبائی، شہری اور ٹاؤن حکومتوں کے ساتھ اس کے مشروط تعلقات کے لیے نشان زدہ الجھنیں ہیں۔ 1996ء کا کے ڈبلیو اینڈ ایس بی ایکٹ ایک گورننگ بورڈ مہیا کرتا ہے۔ لیکن گذشتہ کئی برسوں سے اس کی کوئی میٹنگ شاید ہی کبھی ہوئی ہوگی۔

کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے پاس محصولات کو از سرِ نو ترتیب دینے کے لیے محدود اختیار ہے اور محصولات کا کوئی آزاد قاعدہ و قانون بھی موجود نہیں ہے۔ محصولات کے ایک مؤثر ڈھانچے اور اقتصادی طور پر معقول عمل کار عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے محصولات کو مرتب کرنے والے ایک عمل کی عدم موجودگی میں بہت زیادہ مؤثر کارکردگی یا صارفین کو اضافی ادائیگی کی طرف مائل کرنے کے لیے کسی قسم کی ترغیبات بھی موجود نہیں ہیں۔ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کو اپنے صارفین کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ غیر قانونی کنکشن، پائپ لائنوں پر ناجائز قبضوں اور طریق عمل کو نقصان پہنچانے والی دیگر بے ضابطگیوں اور بدعنوانیوں کے خلاف عوامی حمایت کو متحرک کیا جاسکے۔

سائٹ، کورنگی، لانڈھی، ایف بی ایریا، نارتھ کراچی اور شہر میں دیگر جگہوں پر واقع صنعتی علاقوں میں تقریباً 30 ایم جی ڈی پانی مہیا کیا جاتا ہے جبکہ کراچی میں کسی بھی صنعتی اسٹیٹ کے اخراجی پانی کو جمع کرنے اور نکاس کا کوئی نظام موجود نہیں

سڈنی آبی منصوبہ۔ بنیادی تصور

بین الاقوامی مہارتوں سے استعداد علمی

سڈنی آبی منصوبہ اس حقیقت کے اعتراف میں سامنے آیا کہ شہر اضافی پانی استعمال کررہا ہے جس کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایک منصوبہ مرتب کیا گیا تاکہ عظیم سڈنی ایریا کے شہریوں کے لیے اتنا پانی ہو کہ وہ اگلے 25 برسوں تک با آسانی استعمال کرسکیں۔

منصوبے کے پس پشت بنیادی تصور یہ تھا کہ پانی کی دستیابی کو حد درجہ بڑھایا جائے اور اس مقصد کے لیے مختلف طریقوں کے امتزاج سے نتائج حاصل کیے جائیں اور کسی ایک واحد طریقے پر انحصار نہ کیا جائے۔ مثلاً پانی کی سپلائی کو بڑھانے کے منصوبوں اور حکمت عملیوں کے خاکے بناتے ہوئے منصوبے میں اقدامات کی نشاندہی پرختی سے توجہ مذکور کی گئی کہ پانی کے تصرف کی سطحوں کو نیچے لاکر اور اسے محفوظ رکھنے کے عمل کی حوصلہ افزائی کرکے اس کی طلب کو گھٹایا جاسکے۔ چنانچہ پوری حکمت عملی یہ ہے کہ وقت کا تعین کیا جائے اور مختلف طریقوں (مثلاً سپلائی، بچت یا متبادل پانی) کے تسلسل سے کمیونٹی کے لیے بہترین سماجی، معاشی اور ماحولیاتی نتائج فراہم کیے جائیں۔

منصوبے کی تجاویز کا خلاصہ:

منصوبے میں مندرجہ کلیدی پہلوؤں پر توجہ مذکور کی گئی:

- سپلائی کے ذرائع میں تنوع پیدا کرکے پانی کی قلت کے خدشے کو کم سے کم کیا جائے۔
- پانی کی سپلائی کو یقینی بنایا جائے۔
- دریا کی صحت کا تحفظ اور بحالی۔
- کمیونٹی کے ساتھ شراکتی رسائی اپنائی جائے۔
- پانی کی سپلائی کی خدمات کی فراہمی انتہائی معیاری اور کم قیمت۔
- اختراع اور جدت کو پروان چڑھانا۔
- پانی کے موثر استعمال میں اضافہ۔
- پانی کے آخری استعمال کا میس ملانا۔
- موجودہ بنیادی ڈھانچے کا بہترین استعمال۔

مہارتوں اور رویوں میں سہولتوں کی فراہمی اور حوصلہ افزائی کے ذریعے طلب کی روک تھام کا ایک جارحانہ اور نہایت اولوالعزم منصوبہ بنایا گیا۔

اگرچہ کہ عام مہارتوں اور رویوں پر عملدرآمد کیا گیا ہے لیکن نئی اور اختراعی حکمت عملیاں مثلاً پانی کی دستیابی کو بڑھانے کے لیے ڈیموں کی تہہ میں گہرے پانیوں تک رسائی کی تجویز بھی پیش کی گئی۔ منصوبے کا ایک اہم پہلو اس کی طویل المدتی رسائی ہے۔ مختصر مدت میں کافی پانی کے حصول اور طویل مدت میں پانی کے ذرائع کے پائیدار انتظام کو یقینی بنانے کے درمیان یہ ایک متوازن عمل ہے۔ اس سلسلے میں یقینی طور پر دریاؤں کی ماحولیاتی صحت کو ترجیحی اہمیت دی گئی۔

آبی انتظام، تنازع کے حل کے ایک اور دقیقہ رس پہلو میں مستقبل کی سوچ کے عمل کی تجویز پیش کی گئی۔ پانی مل جل کر استعمال کرنے کی تجویز پیش کرکے مختلف اقسام کے صارفین کے درمیان بنیادی تنازعات کے حل کے لیے منصوبے میں اقدامات تجویز کیے گئے ہیں۔ پانی کے استعمال کا اشتراکی منصوبہ شہری اور دیہی صرف کے لیے دستیاب پانی کے حصے کے حصول کے لیے اقدامات کی نشاندہی کرے گا اور ساتھ ہی نئی ماحولیاتی رواں انتظام حکومت کا تحفظ بھی کرے گا۔ (باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے چنانچہ صنعتوں کا آلودہ اخراج شدہ پانی جمع کر کے کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے ٹریٹمنٹ پلانٹوں تک پہنچانے کے بجائے ملیر اور لیاری ندیوں کے ذریعے سمندر میں جوں کا توں ڈال دیا جاتا ہے۔

کچھ صنعتیں اپنے آلودہ اخراج شدہ پانی کو ازخود صاف کرنے پر عملدرآمد کر رہی ہیں لیکن ان کا آلودہ پانی کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے ٹریٹمنٹ پلانٹوں میں صاف نہیں ہوتا۔ پاکستان کی کُل صنعتوں کا تقریباً 70 فیصد کراچی میں واقع ہے۔ زیادہ تر صنعتیں سندھ انڈسٹریل ٹریڈنگ اسٹیٹ (ایس آئی ٹی ای)، لانڈھی انڈسٹریل ٹریڈنگ اسٹیٹ (ایل آئی ٹی ای)، کورنگی انڈسٹریل ایریا، ویسٹ و ہارف انڈسٹریل ایریا اور حب انڈسٹریل ٹریڈنگ اسٹیٹ (ایچ آئی ٹی ای) میں واقع ہیں۔

بہترین بین الاقوامی تجاویز

جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ، نوم پنہ، کمبوڈیا، منیلا، فلپائن اور یوگنڈا میں حال ہی میں عوامی خدمات میں ہونے والی اصلاحات نے مختلف و متنوع کارآمد اختیارات فراہم کیے جو کراچی کے لیے انتہائی پٹنے والے اصلاحی اختیارات کے چناؤ کے لیے نسبتی نکات کی حیثیت سے بھی کارگر ثابت ہو سکتے ہیں۔

سفارشات

ذیل میں کراچی میں پانی اور حفظانِ صحت کے شعبے کی اصلاح کے لیے بحث شدہ مختصر وسطی اور طویل المدتی اقدامات پیش ہیں:

مختصر المدتی اقدامات

(مدت (6 سے 12 ماہ)

پانی اور حفظانِ صحت کے شعبے کا ایک سرسری خاکہ:

شدید اور گہرے ادارہ جاتی نقائص سے نمٹنے کے لیے متحرک ہونے اور تبدیلی کے لیے تعاون نہ صرف اداروں بلکہ تمام تر ملوث افراد کے لیے قابلِ تسلیم ہو۔

ایک متضاد ماحول میں باہمی مفاہمت کا پیدا ہونا انتہائی مشکل عمل ہے اس سلسلے میں پہلے قدم کے طور پر حقیقی صورتحال کی تحریری دستاویز ہونی چاہیے کہ 'کون سی خدمات کے لیے کس کی رسائی ہے؟' اور یہ نشاندہی کہ 'کون کیا کردار ادا کرتا ہے؟'

بعض اسٹیک ہولڈر جس رویے کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے یہ ایک نہایت مفید قدم ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً غیر رسمی بستیوں میں مقامی کمیونٹیوں نے پانی اور حفظانِ صحت کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے میں غیر معمولی کام سرانجام دیا ہے لیکن ایک نیٹ ورک کے اندر ان نظاموں کی ہم آہنگی کے مسئلے کی شناخت بہت ضروری ہے۔ لیکن کے ڈبلیو اینڈ ایس بی نے کثیر مقدار میں پانی اور فضلاتی پانی کے ذرائع کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے، جسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ ادارہ حقیقی دباؤ اور رکاوٹوں کے تحت کام کر رہا ہے۔ اسی طرح مقامی حکومت کے نمائندوں کو اپنے حلقوں کی نمائندگی کرنے اور اپنے تفویض کردہ متعلقہ کاموں کو سرانجام دینے اور مقامی حکومت کی مختلف سطحوں پر انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے پر حقیقی ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔ اس قسم کی جانچ پڑتال کا عمومی دباؤ حقیقت سے گریز نہیں ہے کیونکہ اس حقیقت کے پس پردہ موجود ترغیبات موجودہ صورتحال کو برقرار رکھیں گی۔ پالیسی سازی، خدمات کی تقسیم اور قواعد وضوابط میں متعلقہ افراد کے مناسب کردار اور ذمہ داریوں کی نشاندہی کرنے والے حاکمیت کے ایک متحرک اور اہل فریم ورک کے بغیر فنی معاشی یا اندرونی انتظامی تبدیلیوں کا حصول ناممکن ہے۔

مختلف تنظیموں مثلاً اے ڈی بی، جے آئی سی اے، ڈبلیو ایس پی وغیرہ نے اس سلسلے میں متعدد تحقیقی مطالعے کیے ہیں، لیکن کسی بھی تحقیق نے شعبے کے ابتدائی اعداد وشمار کو جمع کرنے کے بارے میں تجویز پیش نہیں کی۔ اس کے بجائے انہوں نے ثانوی اعداد وشمار پر انحصار کیا ہے جو فرسودہ ہو چکے ہیں اور ان کا مستند ہونا بھی مشکوک ہے اس لیے مکمل شعبے کے لیے بنیادی اور ابتدائی معلومات اور اعداد وشمار اکٹھا کرنے کے لیے ایک جامع مشق کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ چاہے بنیادی ڈھانچے کی ترقی، معاشی امداد، قانونی اور پالیسی مسائل وغیرہ کے معنوں میں اس کا انتظام رسمی یا غیر رسمی طور پر ہو۔ اس قسم کے مواد یا اعدد وشمار کو مستقبل کی ان منصوبہ بندی اور ترقیاتی آغاز کار میں استعمال کیا جا سکتا ہے جو کراچی میں کیے جائیں گے۔

وسط مدتی اقدامات

مدت (2 سے 4 سال)

ادارہ جاتی اصلاحات:

پائیدار اور مستقل خدمات کی فراہمی و تقسیم کی بہتری ایسی فنی اور معاشی کاوشوں کے بغیر ممکن نہیں ہے جن کے پس پردہ موثر اور بااختیار ادارے کارفرما ہوں جو قانونی طور پر جائز سیاسی اتھارٹی اور صارفین کے سامنے جوابدہ ہو اور طریق عمل کے انتظام کا مکمل ذمہ دار ہوں۔ کراچی میں پانی اور حفظان صحت کے شعبے کو ایک بحرانی صورتحال کا سامنا ہے۔ پانی اور حفظان صحت کے شعبے کی اصلاح ہونا چاہیے تاکہ شعبے ادارہ جاتی اور معاشی طور پر پنپنے کی صلاحیت کو یقینی بنایا جا سکے اور صارف کی صحیح اور واضح سمت اور جوابدہی میں اضافہ ہو سکے تاکہ لوگوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔

حال ہی میں کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کی انتظامیہ نے محاصل اور انتظامی طریق عمل کے شعبوں اور صارفی خدمات کی بہتری کے لیے اصلاحات کے ایک سلسلے کا آغاز کیا ہے جو انتہائی خوش آئند ہے اس سے دیرپا اور گہرا اثر پیدا ہوگا یہ محسوس کیا گیا ہے کہ ان اصلاحات کو ایک شعبے کی بنیادی اصلاحی عمل کے اندر ہی سختی سے عمل پیرا ہونا چاہیے جس کے اہداف وسیع بنیادی ادارہ جاتی اصلاحات اور حاکمیت کے متعلقہ مسائل ہوں۔ ایک موثر اصلاحی آغاز کار کی بنیاد مندرجہ اہم اغراض پر ہونی چاہیے۔

- سیاسی ذمہ داری کا حصول۔
- حددرجہ مقابلے اور متنازع ادارہ جاتی ماحول میں باہمی مفاہمت کی تعمیر۔
- تمام شامل اسٹیک ہولڈروں کی صلاحیتوں میں ممکنہ حد تک اضافے کے لیے رسائی کی نشاندہی۔
- اقدامات کے پائیدار اور مستقل ہونے کو یقینی بنانا۔

اس لیے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ ادارہ جاتی اصلاحات کے لیے کی جانے والی کسی بھی کوشش کی حوصلہ افزائی اور مدد کی جانی چاہیے۔ اصلاحی عمل کو سہارا دینے کے لیے مناسب مالیاتی تعاون کی دستیابی بھی ضروری ہے۔

طویل المدتی اقدامات

وقت (5 سے 10 سال)

ادارہ جاتی اصلاحات کے عمل پر عملدرآمد کرنے اور اسے مضبوط بنانے کے ساتھ

(باقی صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمایئے)

شہری برائے بہتر ماحول نے سسٹین ایبل اینی شیٹو کے تعاون سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا جس پر مقررین نے سیر حاصل بحث کی

شہری سرگرمیاں

کارپوریٹ نظام میں سماجی ذمہ داری

مذاکرے سے ماہرین کا خطاب

شہری رپورٹ

شہری برائے بہتر ماحول نے سسٹین ایبل اینی شیٹیو کے تعاون سے ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ جس کا عنوان 'کثیر القومی انٹرپرائزز کے او سی ڈی رہنما خطوط: سی ایس آر پر عملدرآمد کے لیے ایک آلہ' تھا۔ یہ کارپوریٹ سماجی ذمہ داری اور او ای سی ڈی رہنما خطوط پر عملدرآمد کے قواعد و ضوابط پر شہری معاشرے کی صلاحیتوں اور قابلیت واہلیت میں اضافے کے پروجیکٹ کا ایک حصہ تھا۔

شہری سی بی ای کی جنرل سیکریٹری امبر علی بھائی نے خیر مقدمی کلمات ادا کیے جب کہ ایگزیکٹو ڈائریکٹر سسٹین ایبل انی شیٹیو فرحان انور نے ورکشاپ کے مقاصد اور طریق کار پر روشنی ڈالی۔ مقرر پیٹر پینارٹز نے او ای سی ڈی کے رہنما خطوط متعارف کرائے اور او ای سی ڈی واچ کا پس منظر اور مقاصد بیان کیے۔ پیٹر کا تعلق انٹرنیشنل ری اسٹرکچرنگ ایجوکیشن نیٹ ورک یورپ (آئی آر ای این ای) سے ہے۔ جسے ملٹی نیشنل انٹرپرائزز (ایس او ایم او) نیدرلینڈز کا تعاون حاصل ہے۔ پیٹر نے او ای سی ڈی واچ کردار اور اختیارات کے بارے میں بتایا اور عالمی اجتماعی احتسابی مہم کے پس منظر کی نشاندہی کی۔ انہوں نے کہا کہ رہنما خطوط کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ یہ وسیع تر مسائل مثلاً محنت، ماحولیات، حقوق انسانی، بدعنوانی، محصولات وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس حقیقت کی نشاندہی ہے وہ بزنس، مزدور تنظیموں اور کسی حد تک این جی اوز کے ذریعے سی ایس او کے لیے بین الاقوامی طور پر قبول کیے گئے ایک حوالتی ڈھانچے (فریم آف ریفرنس) کی نمائندگی کرتے ہیں۔

'اجتماعی سماجی ذمہ داری، او ای سی ڈی رہنما خطوط اور پاکستانی سیاق و سباق' کے موضوع پر سسٹین ایبل کے فرحان انور اور سیما خرم نے اظہار کیا۔ فرحان انور کے پیش کردہ پہلے حصے میں ماحولیات سے متعلق ان رہنما خطوط کے بارے میں بات کی گئی جن کلیدی ماحولیاتی قانون ساز ذرائع کا اطلاق پاکستان میں ہوتا ہے اور جو ماحولیاتی قوانین اور ان کے نفاذ کے لیے ایک وسیع دائرہ کار مہیا کرتے ہیں۔ یہ پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے متعلقہ قوانین و ضوابط اور ان پر عملدرآمد کے طریقہ کار پر بحث کی۔ دوسرے حصے میں سیما خرم نے سسٹین ایبل اینی شیٹیو کی جانب سے کیے گئے ایک سروے کے نتائج کا تجزیہ کیا۔ سروے میں کارپوریٹ یا اجتماعی اطاعت کو مدد فراہم کرنے کے لیے پاکستان میں شہری گروہوں کے بنیادی کردار کی جانچ پڑتال کی گئی تھی۔

بدین ریورل ڈویلپمنٹ سوسائٹی کے ڈاکٹر آکاش انصاری نے 'ماحول اور روزگار کی تباہی: بدین میں بی پی کی تیل کی تلاش کی سرگرمیاں' کے موضوع پر بات کی۔ اور صوبہ سندھ میں بدین کے علاقے میں بی پی پاکستان کی جانب سے تیل کی تلاش کے لیے کی جانے والی سرگرمیوں کے باعث ہونے والی ماحولیاتی تباہی کا تذکرہ کیا۔

نصیر میمن نے لیفٹ بینک آؤٹ فال ڈرین (ایل بی او ڈی) پروجیکٹ: ماحولیاتی اور سماجی سانحہ' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایل بی او ڈی منصوبے کا آغاز 1984ء کے آخر میں ہوا تھا۔ اس کا مقصد دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر واقع تین ضلعوں نواب شاہ، سانگھڑ اور میرپور خاص میں زرعی زمینوں کو زیر کاشت

(باقی صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں)

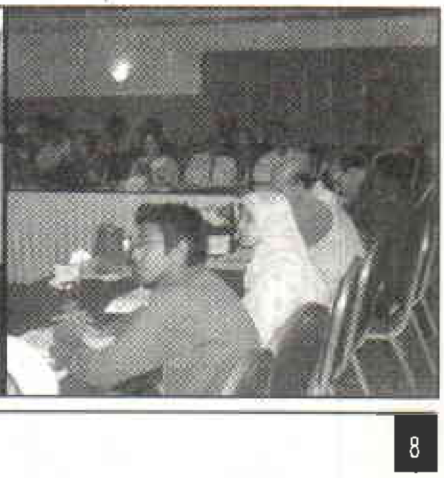

شہری کی سترہویں سالانہ جنرل میٹنگ

بروز سنیچر 16 جون 2007ء۔ شہری آفس

شہری سی بی ای کی سترہویں سالانہ جنرل میٹنگ بروز سنیچر۔ 16 جون 2007ء کو شہری کے دفتر میں 5 بجے شام کو منعقد ہوئی مجلس عاملہ کے مندرجہ اراکین موجود تھے۔

1- رولینڈ ڈی سوزا
(چیئر پرسن)

2- سید رضا علی گردیزی
(وائس چیئر پرسن)

3- امبر علی بھائی
(جنرل سیکریٹری)

4- خطیب احمد
(ایگزیکٹو ممبر)

5- ڈیرک ڈین
(ایگزیکٹو ممبر)

6- حنیف اے ستار
(ایگزیکٹو ممبر)

اجلاس میں جنرل باڈی کے مندرجہ ارکان موجود تھے۔

1- ناصر حسین بلوچ (رکن)

2- نائلہ احمد (رکن)

3- سمیر حامد ڈوڈھی (رکن)

4- رادیہ خطیب (رکن)

ایجنڈا

1- گذشتہ سالانہ جنرل میٹنگ کی کارروائی کی تصدیق کرنا۔

2- جنرل سیکریٹری کی شہری کی سرگرمیوں برائے 2005ء کے بارے میں رپورٹ کی منظوری اور قبولیت۔

3- 31 دسمبر 2005ء کو ختم ہونے والے سال کے آڈٹ شدہ کھاتوں کے گوشواروں کی منظوری اور قبولیت۔

4- سال 2006ء کے لیے آڈٹروں کی تعیناتی اور ان کے معاوضے کا تعین۔

5- نئی مجلس عاملہ کے اراکین کا اعلان۔

6- صدر کی اجازت سے دیگر امور پر گفتگو۔

سولہویں سالانہ جنرل میٹنگ کی خلاصہ کارروائی پڑھ کر سنائی گئی۔ سمیر حامد ڈوڈھی خلاصہ کارروائی کے تجویز کنندہ اور نائلہ احمد تائید کنندہ تھے جس کے بعد خلاصہ کارروائی کو منظور کرلیا گیا۔ جنرل سیکریٹری امبر علی بھائی نے 2006ء کے لیے 'شہری' کی سرگرمیوں کا ایک خلاصہ پیش کیا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ 2006ء کی سالانہ رپورٹ میں بھی کیا گیا تھا۔ حنیف اے ستار اس کے تجویز کنندہ اور ڈیرک ڈین تائید کنندہ تھے۔ اس کے بعد سالانہ سرگرمی رپورٹ کو بھی منظور کرلیا گیا۔

کھاتے کے گوشوارے پڑھ کر سنائے گئے۔ نائلہ احمد نے انہیں تجویز کیا اور جناب سمیر حامد ڈوڈھی نے تائید کی اور آڈٹ شدہ کھاتوں کو تسلیم کرلیا گیا (31 دسمبر 2006ء کو ختم ہوئے سال کے کھاتوں کا آڈٹ ایم/ایس حیدر اینڈ کمپنی چارٹرڈ اکاؤنٹینٹس نے کیا تھا) یہ فیصلہ کیا گیا کہ 2007ء کے لیے بھی مذکورہ کمپنی کو ہی آڈیٹر برقرار رکھا جائے اور ان کی فیس 7000 روپے ہوگی۔ اس فیس میں ایک ہزار روپے کا اضافہ کیا گیا ہے اسے جناب خطیب احمد نے تجویز کیا اور جناب ناصر بلوچ نے تائید کی۔

انتخابات کے نتائج کا اعلان جناب خورشید جاوید نے کیا جنہوں نے الیکشن کمشنر کے فرائض سرانجام دیئے۔ مندرجہ اراکین منتخب ہوئے۔

1- ڈیرک ڈین
(چیئر پرسن)

2- سید رضا علی گردیزی
(وائس چیئر پرسن)

3- امبر علی بھائی
(جنرل سیکریٹری)

4- فاروق فضل
(خزانچی)

5- حنیف اے ستار
(رکن)

6- رولینڈ ڈی سوزا
(رکن)

7- نائلہ احمد
(رکن)

جنرل سیکریٹری امبر علی بھائی اور چیئر پرسن رولینڈ ڈی سوزا نے اراکین کو ای آئی اے کی سماعت اور ہیلپ ڈسک کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے لوگوں کی کس طرح مدد کی۔ سال 2006ء میں 'شہری' نے 15 قانونی مقدمات دائر کیے۔ جن میں ایک لاہور میں ڈونگی گراؤنڈ پارک کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں دائر کیا گیا۔ شہری لاہور میں 'لاہور بچاؤ تحریک' میں شہریوں کی معاونت بھی کررہا ہے۔ اراکین کو کراچی بالائی ایکسپریس وے، شوگر لینڈ سٹی پروجیکٹ، دی این ای ڈی پولیس پروجیکٹ اور ان دیگر مسائل کے بارے میں آگاہی فراہم کی گئی جن میں شہری کی شمولیت ہے۔ مجلس عاملہ کے نئے اراکین نے فاروق فضل، نائلہ احمد اور جناب ڈیرک ڈین کو خوش آمدید کہا۔ مجلس عاملہ کے رخصت ہونے والے اراکین خطب احمد اور شیخ رضوان عبداللہ کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت دیا اور دل جمعی سے کام کیا۔ اس امید کا بھی اظہار کیا گیا کہ وہ آئندہ بھی شہری کے لیے اسی طرح جوش اور جذبے سے کام کرتے رہیں گے۔ سمیر حامد ڈوڈھی سے فنڈ میں اضافے کرنے اور رکن سازی کے لیے مدد کی درخواست کی گئی۔ وہ ایسی دیگر تنظیموں سے رابطہ قائم کرنے میں بھی مدد فراہم کریں گے۔ ❀❀❀

بلدیاتی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہر کے ہر کونے میں گوشت، مرغی اور مچھلی کے اسٹال کھلے ہوئے ہیں جو علاقے کو غلاظت اور تعفن سے آلودہ کرتے ہیں

شہری ایڈووکیسی

آئی او ایل دفاعی تنصیبات میں صنعتی اور گھریلو فضلے کا اخراج

گولیمار اور پاک کالونی ماربل اور اسٹون پروسیسنگ فیکٹریوں کا مرکز ہے جو آلودگی کا بڑا سبب ہے

شہری رپورٹ

سینیٹ سب کمیٹی کی دو روزہ سماعت کے بعد شہری نے مندرجہ مشاہدات کا اظہار کیا ہے۔

1- کراچی جس قطعہ زمین پر واقع ہے اس کے تقریباً 27 مالک ہیں جن میں سے ہر ایک کے اپنے لیزنگ اور بلڈنگ قواعد وضوابط ہیں لیکن مقامی افسران۔ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی، سی ڈی جی کے، کے ای ایس سی اور دیگر متعلقہ اداروں کی ملی بھگت سے ان قوانین کی خلاف ورزیاں عام ہیں اور ملزمان سزا سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

2- اپنے اپنے دائرہ اختیار میں سیال اور ٹھوس کوڑے کرکٹ کو اٹھانے، انتظام کرنے اور ٹھکانے لگانے کے ذمہ دار بلدیاتی ادارے بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ ان میں کچھ بلدیاتی ادارے یہ کام نجی پارٹیوں یا سی ڈی جی کے کو ٹھیکے پر دے دیتے ہیں لیکن اس بات کو یقینی نہیں بناتے کہ کام مناسب طریقے پر سرانجام دیا گیا ہے یا نہیں۔

3- ٹاؤن پلاننگ اسکیموں اور اعلان شدہ زمین کے استعمال کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خاصی زمین صنعتی، گھریلو صنعتوں اور مارکیٹنگ مقاصد کے لیے خلاف قانون استعمال کی گئی ہے۔ اندرونِ شہر جزوی طور پر چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں، صنعتی یونٹوں اور کیمیکل، خوراک، ٹیکسٹائل مشینری وغیرہ کے لیے گوداموں اور مال خانوں کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

- صدر اور پی ای سی ایچ ایس میں بہت سی عمارات زیورات اور سونے کی ورکشاپوں میں تبدیل کر دی گئی ہیں۔ جو فضا اور بدرووں میں زہریلے کیمیکل اور دھوئیں کو شامل کرتی ہیں۔ جس سے آگ/ دھماکے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ عمارات کیمیکل، خوراک، ملبوسات کے گوداموں اور سامان کی دوبارہ پیکنگ کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔
- پی ای سی ایچ ایس، ناظم آباد، صدر، نارتھ کراچی، لانڈھی، ملیر میں ٹیکسٹائل اور سلائی کی فیکٹریاں قائم ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاید ہی کوئی علاقہ مذکورہ سرگرمیوں سے محفوظ ہے۔
- سائٹ ٹاؤن میں گولیمار اور پاک کالونی بڑی ماربل اور اسٹون پروسیسنگ فیکٹریوں کا مرکز ہیں جو فضا، پانی اور نالوں کو آلودہ کرتی ہیں اور گٹر باغیچہ میں فضلہ پھینکتی ہیں۔
- بلدیاتی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہر کے ہر کونے میں گوشت، مرغی اور مچھلی کے اسٹال کھلے ہوئے ہیں جو علاقے کو غلاظت اور تعفن سے آلودہ کرتے ہیں اور گوشت خور پرندوں اور جانوروں کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔

4- تسلیم شدہ کچی آبادیاں 539 ہیں جو کراچی میں تقریباً 12,445 ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ غیر تسلیم شدہ کچی آبادیوں کی تعداد 1100 بتائی جاتی ہے جو تقریباً 20,000 ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کچی آبادیوں میں فرنیچر بنایا جاتا ہے۔ اسپرے پینٹنگ ہوتی ہے۔ برف خانے ہیں، پلاسٹک کی چیزیں، کھلونے، ربر کی چپلیں، جوتے، ڈائی کاسٹنگ یونٹس قائم ہیں۔ بلیچنگ اور سلائی کی اشیاء کی رنگ سازی ہوتی ہے۔ گھریلو صنعتیں، قالین بانی، کھڈیاں، کاغذ سازی، چپ بورڈز، مذبح خانے وغیرہ قائم ہیں۔ یہ یونٹ ہر قسم کے کیمیکل استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح نالوں اور کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کی بدرووں کو براہِ راست آلودہ کرتے ہیں جو اس قسم کے زہریلے اخراج سے نمٹنے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔

5- تقریباً 300 ایم جی ڈی صاف شدہ اور زہریلا پانی نکاسی کی نالیوں سے سمندر تک پہنچ جاتا ہے مزید 100 ایم جی ڈی زیرِ زمین پانی کو آلودہ کرتا ہے۔

6- سی جی ڈی کے اور دیگر بلدیاتی

ادارے 50 فیصد ٹھوس فضلہ اکٹھا نہیں کرتے۔ غیر رسمی ری سائیکلنگ (کاغذ اٹھانے والوں کے ذریعے) دوبارہ قابل استعمال اشیاء کا انتظام کسی حد تک کرلیتی ہے۔ شہر میں ایک بھی باقاعدہ ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوڑا کرکٹ بھرا جاسکے۔ کراچی کے بعض مضافاتی جگہیں محض کوڑا گھر بن چکی ہیں۔

7- سیال اور ٹھوس فضلہ کو پیدا کرنے اور ٹھکانے لگانے پر جن قوانین کا اطلاق ہوتا ہے ان میں شامل ہیں۔

- ماحولیاتی تحفظ ایکٹ 1997ء آر/ڈبلیو کے تحت متعدد قوانین/قواعد وضوابط موجود ہیں۔

قومی ماحولیاتی معیاری معیارات (این ای کیو ایس) 2001ء۔

- ای آئی اے اور آئی ای ای قوانین 2000ء کا جائزہ۔
- سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس 2001ء آر/ڈبلیو کے متعدد ماتحت قوانین/قواعد وضوابط۔
- کنٹونمنٹ ایکٹ 1924ء
- سندھ فشریز آرڈی نینس 1980ء
- پاکستان پینل کوڈ 1860ء
- ڈبلیو پی فشریز آرڈی نینس 1961ء۔ ایس پورٹس ایکٹ 1908ء
- پاکستان ٹیریٹوریل واٹرز اینڈ ٹائم زونز ایکٹ 1976ء
- کے پی ٹی ایکٹ 1994/1860ء
- فیکٹریز ایکٹ 1934ء

ایسے قوانین کی کمی نہیں ہے جو ہمارے گردوپیش پھیلی ہوئی آلودگی کی قطعی اجازت نہیں دیتے لیکن صرف ان قوانین پر عملدرآمد کرنے کا عزم کہیں نظر نہیں آتا۔

8- این ای کیو ایس 2001ء کے تحت تمام تنصیبات اس بات کی پابند ہیں کہ وہ اپنا تمام سیال نکاس سرکاری نالوں میں صرف این ای کیو ایس کے معیارات کے مطابق پھینکیں گے۔

نتیجے میں صنعتیں اور دیگر جگہیں جو نقصان دہ پانی کو پیدا کر رہی ہیں۔ اسے سرکاری نالوں میں پھینکنے سے پہلے اپنے یہاں اس کی صفائی کی خصوصی سہولت فراہم کرنی ہوگی، لیکن یہ رویہ حقیقتاً ناپید ہے (سوائے کچھ ملٹی نیشنلز کے) کے ڈبلیو ایس بی کے تین ٹریٹمنٹ پلانٹس ٹی پی 1، ٹی پی 2، ٹی پی 3 صرف رہائشی/گھریلو، بلدیاتی (یا پہلے سے صاف شدہ صنعتی) فضلے کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں (ان کی موجودہ اہلیت 95 ایم جی ڈی ہے)۔

9- اس کے علاوہ این ای کیو ایس 2001ء کسی بھی قسم کے مضر رساں اخراج کو (سمندر کے لیے چاہے وہ این کیو ایس سے مطابقت ہی کیوں نہ رکھتے ہوں) سمندر میں 10 میل کے اندر پھیلے ہوئے دلدلی جنگلات (مثلاً چائنا کریک یا کورنگی کریک وغیرہ) تک پھینکنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کراچی کے سمندر میں دس میل کے اندر تک ٹریٹمنٹ پلانٹوں کے تمام سیال اخراج کو ڈالنا غیر قانونی ہے۔ اس سادہ سے اصول پر عملدرآمد سے کراچی میں تمام دفاعی تنصیبات کا تحفظ ہوسکتا ہے۔

شہری کی مندرجہ ذیل سفارشات ہیں:

- شہر کے تمام مالکان زمین اور بلدیاتی ادارے نہایت سختی اور ثابت قدمی سے اپنی لیز کی شرائط اور زوننگ/زمین کے استعمال کے قوانین پر عمل کریں۔
- صنعتی پارک قائم کیے جائیں اور تمام غیر قانونی چھوٹی اور بڑی صنعتیں ان پارکوں میں منتقل کی جائیں۔ ان صنعتی پارکوں کے اپنے اجتماعی ٹریٹمنٹ پلانٹس ہونے ضروری ہیں اور ہر صنعت کو این ای کیو ایس 2001ء کا پابند بنایا جائے۔
- سائٹ، کائیٹ، لانڈھی صنعتی علاقہ، فیڈرل بی ایریا صنعتی علاقہ اور نارتھ کراچی انڈسٹریل ایریا میں پہلے سے قائم شدہ صنعتوں میں اجتماعی ٹریٹمنٹ پلانٹس ہونے چاہئیں اور اپنی انفرادی صنعتوں کو این ای کیو ایس 2001ء کے مطابق رکھنے کی پابندی کریں۔
- شہر بھر میں پھیلے ہوئے کوڑے کرکٹ اور عوامی آلودگی کے دباؤ کو کم کرنے کے لیے عوامی تعلیمی مہم (صفائی نصف ایمان) کو کم از کم دس برس تک نہایت زور و شور سے چلانا چاہیے۔

خوراک اور اس سے متعلقہ چیزوں کی بابت خصوصی گذارشات:

- غیر لائسنس یافتہ اور حفظانِ صحت کا خیال نہ رکھنے والی دکانیں اور گوشت/مرغی/مچھلی کے اسٹال بند ہونے چاہئیں۔
- مقامات جو (صنعتی علاقے کی مارکیٹیں وغیرہ) زیادہ مقدار میں ٹھوس فضلہ پیدا کرتے ہیں انہیں دفاعی اور دیگر طیاروں کی اُڑان کے راستے کو مدنظر رکھنے کا پابند بنانا ہوگا۔
- کوڑا کرکٹ بھرنے کے لیے باقاعدہ اور مناسب کھائیاں قائم کی جائیں اور کوڑا کرکٹ جمع کرنے کا ایک مؤثر نظام فوری طور پر وجود میں لایا جائے (امکانی طور پر نجی شعبے میں)۔

کیونکہ کوڑا 'سونا' ہے اس لیے یہ ناممکن نہیں ہونا چاہیے۔

ان مشاہدات اور سفارشات کے ساتھ شائع ہونے والے اخباری مضامین خطوط اور پبلک نوٹس اور مختلف قاعدے اور قوانین بھی حاضر خدمت ہیں جن کا تمسخر اڑایا اور توہین کی جاتی ہے۔

ہم روزنامہ 'ڈان' میں شائع ہونے والی ایک خبر بتاریخ 4 جون 2007ء کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جس کے مطابق ایک بلڈر نے موروثی/اینمٹی چرچ پراپرٹی کو غیر قانونی طور پر خرید اور منہدم کردیا ہے۔

ہم متعلقہ افسران کی توجہ ذیل کے نکات کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

1- چرچ کے پلاٹس ایمنٹی پلاٹس ہوتے ہیں۔ قانون کے تحت انہیں کمرشل یا رہائشی استعمال کے لیے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

2- وزارت قانون انصاف، انسانی حقوق و پارلیمانی امور نے 22 جنوری 2002ء کو فیڈرل گزٹ نوٹیفکیشن (آرڈی نینس نمبر ایف۔2(1)/2002) جاری کیا۔ اس حکم کے مطابق 'اقلیتی کمیونٹیوں کی ان جائیدادوں کا تحفظ کیا جائے جو اجتماعی استعمال میں ہیں۔ واضح طور پر اجتماعی جائیدادوں (مثلاً گرجا گھر) کو وفاقی حکومت کی اجازت حاصل کیے بغیر نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انہیں منتقل کیا جاسکتا ہے'۔ متعلقہ افسران سے گذارش ہے کہ وہ اس معاملے کی تحقیق کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ اقلیتوں کے مفادات پامال نہ ہوں۔ ❀❀❀

کورنگی کریک صنعتی پارک
(کے سی آئی پی منصوبہ)

پی ای پی اے کی دفعہ۔ 12(2) (آئی

بی بی اینڈ ای آئی اے کا ریویو) قواعد و ضوابط 2000ء کے تحت ڈی جی ای آئی اے کی نظرثانی کے لیے 'ماہرین کی کمیٹی' تشکیل دیں گے۔ برائے مہربانی ہمیں 'ماہرین کی کمیٹی' کے نام اور پتوں سے مطلع کیا جائے۔

دفعہ۔12(3) کے تحت پروجیکٹ کے مقام کا معائنہ اور رپورٹ پیش کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جاسکتی ہے۔

دفعہ۔12(4) کے تحت ای پی اے کو تمام تبصروں، دستاویزات اور اعداد و شمار اور آرا [مقابلہ و معائنہ یو/ایس10(5)] کا کمیٹی اور صنعتی جائزہ تیار کرنا ہوگا جس میں مندرجہ ذیل نکات کا خیال رکھنا ہوگا۔

کے سی آئی پی میں قائم ہونے والی ہر صنعت کی قانونی ذمہ داری کے علاوہ انہیں یہ یقینی بنانا ہوگا کہ ان کا سیال اور گیس کا مضر رساں اخراج این ای کیو ایس 2000ء کے معیار کے مطابق ہوگا۔ ای آئی اے کی منظوری کے سی آئی پی پر اس ذمہ داری کا بوجھ ڈالے گی کہ صنعتی پارک کا سیال اور گیس کا مضر اخراج قواعد کے مطابق ہو۔

متعلقہ افسران سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں ای آئی اے رپورٹ کے پیرا 5.4 میں درج طریقہ کار کے عین مطابق زمین کے استعمال کی تبدیلی کی مکمل تفصیل فراہم کریں۔ ❀❀❀

کے ای ایس سی کے 220 ایم ڈبلیو اور 575 ایم ڈبلیو کے پیداواری توسیعی منصوبوں کے لیے ای آئی اے

شہری کے مشاہدات درج ذیل ہیں:

1- ایس ای پی اے کو کے ای ایس سی کے جوابات اور متعلقہ نکات کا جائزہ لینا چاہیے اور اسے محض ترسیل کے پوسٹ آفس کی حیثیت سے کام نہیں کرنا چاہیے۔

2- کے ای ایس سی کے فراہم کردہ جوابات عمومی نوعیت کے ہیں اور ہمارے اٹھائے ہوئے مسائل پر خصوصی اور مناسب توجہ نہیں دی گئی۔

3- کے ای ایس سی نے کے ٹی پی ایس اور بی کیو ٹی پی ایس سے خارج ہونے والی مضر گیس اور سیال مادے کے بارے میں باقاعدگی سے ہونے والی مانیٹرنگ رپورٹ ایس ای پی اے کو دی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب بھی نہیں دیا گیا۔

برائے مہربانی کے ای ایس سی ہمیں مندرجہ رپورٹوں کی کاپیاں فراہم کرے۔

اے: نجکاری کے وقت کی جانے والی تیسری پارٹی ماحولیاتی آڈٹ پر رپورٹ۔

بی: بی کیو ایس نمبر 3-4-5 اور 6 پر 1994ء میں نصب کیے گئے مانیٹرنگ آلات کی گذشتہ چھ ماہ کی رپورٹ۔

4- سمندر میں ڈالے جانے والے اخراج کے درجہ حرارت کو کم کرنے والے نظام کے آزاد آڈٹ پیمائش کے مطابق نہیں پایا گیا۔ کے ای ایس سی کا عمومی بیان مشکل سے قابل قبول متبادل ہے۔ کے ای ایس سی برائے مہربانی ہمیں تصدیق شدہ اعداد و شمار فراہم کرے۔

اس آبی اخراج کے دلدلی جنگلات اور آبی حیات پر ہونے والے اثرات پر بحث نہیں کی گئی۔

فضائی آلودگی

10 مائیکرو میٹرز قطر (پی ایم آئی او) سے چھوٹے مادوں کے ذرات انسانی صحت کے لیے حد درجہ خطرناک ہیں۔ کیونکہ یہ ناک اور حلق کے ذریعے پھیپھڑوں میں پہنچ کر سانس کی بیماری، پھیپھڑوں کے کینسر، دل کے امراض اور قبل از وقت موت کا باعث بن سکتے ہیں۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر 1999ء تک پی ایم آئی او کے بدترین مسئلے سے دوچار تھا گذشتہ برس تک کے مکمل اعداد و شمار دستیاب ہیں۔

کے ای ایس سی اس صورتحال کو مزید خراب کررہی ہے۔

6- عام قانون تمام شہریوں کو پورے ساحل تک کھلی رسائی فراہم کرتا ہے کہ وہ ماہی گیری، تیراکی، کشتی رانی اور دیگر صحت مند سرگرمیوں کے لیے ساحل کو استعمال کرسکتے ہیں۔

کے ٹی پی ایس اور بی کیو ٹی پی ایس جن مقامات پر واقع ہیں وہاں اس قانون کی مزاحمت ہورہی ہے تو اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے گا؟

کے ای ایس سی نے کچھ مسائل کو سرسری انداز میں لیا ہے، جن میں شامل ہیں:

سی: بجلی پیدا کرنے کی ماحول دوست تکنیک کو اور زیادہ استعمال کرنے کا منصوبہ۔

ڈی: کے ٹی پی ایس پر جزوی مشترکہ سائیکل آپریشن کے لیے وجوہات۔

ای: شہر میں بجلی کی بے دریغ چوری پر قابو پانا۔

ایف: بجلی پیدا کرنے کے ایک ترجیحی طریقے کی حیثیت سے 'برقی قوت بچاؤ' سے کام لینا۔

جی: ماحولیاتی اطاعت اور حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے تنظیمی ڈھانچہ۔

ایچ: ایندھن بچانے کے لیے گیس ٹربائین کے ذریعے ہوا کو سرد کرنے کے امکانات۔

آئی: گذشتہ دو برسوں میں ایس ای پی اے کو دیئے جانے والے ایس ایم اے آر ٹی دستاویز کی کاپیاں۔

جے: مضر رساں نکاس میں مختلف عنصر کا ارتکاز این ای کیو ایس 2000ء کی قبول شدہ خلاف ورزیاں۔

کے: این ای کیو ایس 2000ء کے نوٹ 6 کی خلاف ورزی قبول کی گئی کہ کھاڑی میں مضر نکاس ہوا ہے۔

ایل: ایس او زیڈ اور این او ایکس کے اخراج میں کمی کے لیے پروگرام۔

ایم: آبی حیات کے غذائی ڈھانچے میں تصادم کے ذریعے آبی حیات کی تباہی کے خاتمے کے امکانات۔

این: کے ڈبلیو ایس بی یا پی کیو اے کے ٹریٹمنٹ پلانٹوں کی غیر دستیابی کے باعث گندے پانی کا سمندر میں براہ راست نکاس۔

8- برائے مہربانی ہمیں 'ماہرین کی کمیٹی' کے اراکین کے نام فراہم کیے جائیں (ان میں سے نصف کا تعلق نجی شعبے سے ہونا چاہیے) اس کمیٹی کا قیام ای آئی ایز کے جائزے کے لیے عمل میں آیا تھا۔ ایس ای پی اے کے جمع کردہ تمام تبصروں کے کمیٹی اور صنعتی جائزوں کی تمام کاپیاں فراہم کی جائیں۔

کراچی کے کمزور ساحلی آبی ماحول کے تحفظ کے لیے ہم ایس ای پی اے کی جانب سے خوش آئند بات سننے کے بھی خواہش مند ہیں۔

❀❀❀

شہری خدمات، معلومات کی فراہمی اور خدشات کا ازالہ

شہری رپورٹ کارڈ کا تصور اور عملدرآمد

ستیزن رپورٹ کارڈ کو سب سے پہلے بنگلور میں متعارف کرایا گیا جس نے عوامی خدمات کی فراہمی کو بہتر بنانے کے لیے مقامی حکومتوں اور کمیونٹیوں کو ایک مکالمے اور حصہ داری و شراکت داری عمل میں مصروف ہونے کے لیے ایک معتبر بنیاد فراہم کی

شہری رپورٹ

کراچی میں پانی اور حفظانِ صحت کے شعبے میں خصوصاً رسمی اور غیر رسمی خدمات فراہم کرنے والوں سے متعلق درپیش بڑے چیلنجوں میں سے ایک احتساب کا یقینی بنانا ہے۔ شہریوں کو خدمات کے بارے میں معلومات کی فراہمی اور صارفین کے خدشات کو دور کرنے کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں ہے۔

چنانچہ خدمات فراہم کرنے والے اداروں کی جانب سے اٹھائے جانے والے پالیسی اور منصوبہ بندی کے اقدامات صارفین کی فراہم کردہ معلومات اور ان کے احساسات و تصور سے محروم ہوتے ہیں جو بہت اہم ضرورت ہے۔

اس مسئلے سے کامیابی کے ساتھ نمٹنے کی اہلیت رکھنے والا ایک طریقہ کار 'شہری رپورٹ کارڈ' (سی آر سی) کا تصور اور اس پر عمل درآمد ہے۔ ستیزن رپورٹ کارڈ (سی آر سی) کو سب سے پہلے بنگلور میں پبلک افیئر سینٹر نے 1993ء میں متعارف کرایا تھا۔ اس نے نمونے کے طور پر ایک سروے کیا جس کی مدد سے مختلف کمیونٹیوں سے خدمات کے معیار کے بارے میں معلومات اکٹھا کی گئیں۔ جس نے عوامی خدمات کی فراہمی کو بہتر بنانے کے لیے مقامی حکومتوں اور کمیونٹیوں کو ایک مکالمے اور حصہ داری و شراکت داری عمل میں مصروف ہونے کے لیے ایک معتبر بنیاد فراہم کی۔

سی آر سی کو مخصوص وقفوں سے باقاعدگی کے ساتھ سرانجام دیا جائے تو کارکردگی کی نوعیت معلوم ہوسکتی ہے۔ اس دوران خدمات کے معیار میں تبدیلی کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ مختلف سی آر سی کے نتائج کے تقابل سے خدمات کی تفویض میں بہتری یا ابتری ظاہر ہوگی۔ کسی نئے پروگرام/پالیسی کو متعارف کرانے سے پہلے اور بعد میں اس کے اثرات کی جانچ پڑتال، سی آر سی کے باقاعدہ استعمال سے ہوسکتی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے پائیدار اور ادارہ جاتی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی استعداد سے مناسب اور مکمل طور پر فائدہ اٹھایا جاسکے۔

لیکن اس طریقہ کار کو کسی بھی ادارہ جاتی بنیاد پر نافذ کرنے سے پہلے آزمائش کی ضرورت ہے۔ یہ مقصد نہایت محتاط طریقے پر تیار کردہ پائلٹ پروجیکٹ کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ایک شمولیتی شہری رپورٹ کارڈ کے احاطہ کار میں مندرجہ نکات کا خیال رکھا جاسکتا ہے۔

- شہریوں اور افادہ عام کو خدمات کی تفویض میں مروجہ معیارات اور کمی کے بارے میں مقداری اور معیاری معلومات کی فراہمی۔
- شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں عوامی ادراک اور شعور کی سطح کی جانچ پڑتال۔
- خدمات کی مانیٹرنگ کے نظام کی خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی میں مدد۔
- آبادی کے ان حصوں کی نشاندہی کے لیے جہاں خدمات کی فراہمی نمایاں طور پر کمزور ہے۔ مقامات/آبادی کے مختلف گروہوں سے حاصل کردہ معلومات کا تقابلی جائزہ۔
- ان علاقوں کی نشاندہی جہاں خدمات کی فراہمی کے ذمہ دار اداروں نے خدمات کے متوقع معیارات حاصل نہیں کیے۔

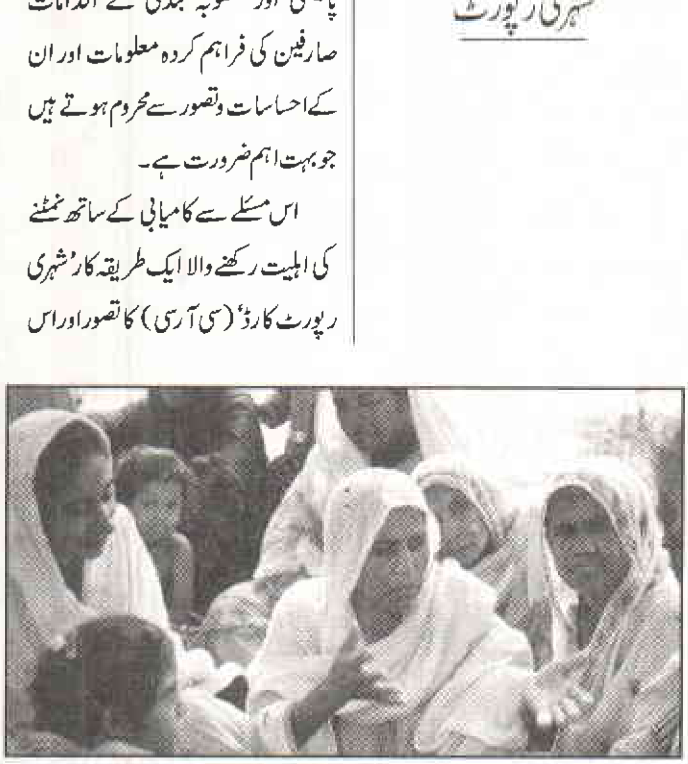

- خدمات میں مخصوص طلب کی بنیاد پر بہتری کی نشاندہی کو حاصل کردہ معلومات سے منسلک کرنا۔

سی آر سی کے مؤثر ڈیزائن اور اطلاقی عمل کے انتظام کے لیے ایک اسٹیک ہولڈرز فورم کی شناخت/نشاندہی کی ضرورت ہوگی جو شہری گروپوں/ افراد اور دیگر متعلقہ رسمی اور غیر رسمی شعبے کے اسٹیک ہولڈروں کے ساتھ انفرادی اور فوکس گروپ سے بحث و مباحثہ کرے۔ 'رہنما ایجنسی' کو مثالی طور پر مندرجہ کسوٹی اور اصولوں کا حامل ہونا چاہیے:

- شہر کا معقول حصہ جہاں سے کاوش کا آغاز ہو۔ سیاسی طور پر غیر جانبدار۔
- طویل المدت پانی اور حفظانِ صحت کے شعبے میں بہتری لانے کا قوی عزم۔
- سروے سے متعلق فیلڈ ورک کی نگرانی کرنے اور جمع شدہ معلومات۔ کی توضیح کرنے کے قابل ہو (اگرچہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خود سروے کے قابل ہو)۔
- منفی یا مثبت حاصل شدہ معلومات کی اشاعت کی خواہشمند۔
- تجربہ کار یا کم سے کم ایک سے زیادہ رائے دہندگان (میڈیا، حکومت، سی اوز) کے ساتھ کام کرنے پر رضامند۔

اسٹیک ہولڈرز فورم کی نشاندہی کے فوراً بعد ان علاقوں اور مقامات کا انتخاب ضروری ہے جہاں پائلٹ پروجیکٹ پر عمل کیا جائے گا۔ جب لوگ خود کو محفوظ محسوس کرنے لگیں تو مسائل اور تنازعات پر کھلی کچہری کا انعقاد بہترین ثابت ہوگا۔

سی آر سی کے مقاصد کا براہ راست تعلق اشاعت کی وسعت و دسترس سے ھے ہدف شدہ سامعین کو اگلے قدم کے لیے بامعنی احاطه وقت میں حاصل شدہ معلومات سے آگاہ کرنا ضروری ھے اس کیس میں ہدف شدہ سامعین میں میڈیا، سی ایس اوز، ڈونرز اور معاونین و حمایتی شامل ہونے چاھئیں

سروے کرنے والے تفتیش کار اور سی آر سی کے عمل میں شریک دیگر افراد کو سروے کرنے اور حاصل شدہ معلومات کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی اشاعت میں خود کو محفوظ خیال کرنا چاہیے۔

سی آر سی کا طریقہ کار بہت مؤثر ہے۔ جہاں افراد بلاخوف و خطر اور سزا کے حکومت پر آزادانہ تبصرہ کرسکتے ہیں۔ حاصل کردہ معلومات ممکنہ حد تک مدعا علیہ کے اصل تجربے کی عکاس ہوں گی۔ جہاں مدعا علیہ حکومت پر تنقید یا تبصرہ کرنے اس کے ممکنہ ردعمل سے خوف زدہ ہوں وہاں جمع شدہ معلومات کا معتبر ہونا قابل گرفت ہوسکتا ہے۔ کراچی کے متعدد علاقوں میں شہری معاشرے کی تنظیموں نے معاشرے کا ایک اہم شعبہ بنایا ہے۔ ایک فعال شہری معاشرہ سی آر سی کو آگے بڑھانے میں موافق طریقہ کار اور شہری پیش قدمی کی اعلیٰ سطحی موجودگی کا مظہر ہے۔

سی ایس اوز حاصل شدہ معلومات کی آزادی اور استعمال کو یقینی بنانے میں معاون ہیں۔ سی ایس اوز کے درمیان مضبوط نیٹ ورکس حاصل شدہ معلومات کی تقسیم اور خدمات کی بہتر تفویض تبدیلی کے امکان کو بہتر بناتے ہیں۔ لیکن انتہائی متعصب گروپوں کا ادراک رکھنا بہت ضروری ہے۔ جو حاصل شدہ معلومات کو شاید اپنے خود غرضانہ مقاصد و مفادات کو تقویت دینے کے لیے تبدیل کردیں۔

شہری معاشرے کی غیر موجودگی، اصلاحات کی کاوشوں اور حاصل شدہ معلومات کی تقسیم کے امکانات کو محدود کردے گی۔ اگرچہ کہ شہری معاشرے کے کچھ فوائد پیش کرنے والے شہری معاشرے کے کچھ نائبین مثلاً نیم سرکاری اداروں یا کچھ سرکاری ہستیوں کو پرکھا جاسکتا ہے۔

سروے سے پہلے کے عمل میں متعلقہ اسٹیک ہولڈروں کے ساتھ بحث و مباحثہ میں افراد/فوکس گروپس کی شمولیت ہونی چاہیے۔ اس کے بعد سروے کے نمونے کی تیاری ہونی چاہیے۔ اسے مقصدی بیان سے واضح ہونا چاہیے۔ عموماً اصلاحی عمل کے دوران مقصدی بیان کا تعلق مندرجہ حاصل شدہ معلومات کے پہلوؤں سے ہوتا ہے۔ رسائی، استعمال، مسئلہ، واقعہ، مسئلے کا حل، عملے کا رویہ، خدمات کا معیار، بدعنوانی اور صارف کا مجموعی اطمینان۔

حقیقی سروے کی کامیابی کا دار و مدار فیلڈ کے طریق عمل کے مناسب انتظام اور تعاون پر ہے۔ فیلڈ کا معاون کار اس مرحلے پر ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وہ سروے کے طریق عمل کے کلیدی مراحل کے بہتر طور پر سرانجام پائے جانے کو یقینی بناتا/بناتی ہے۔ کلیدی مراحل میں شامل ہیں:

- تفتیش کاروں کی تربیت۔ اس میں سی آر سی کے مقصد کا بنیادی تعارف بھی شامل ہے۔
- سروے کے نمونے پر عملدرآمد۔
- انٹرویوز کے دوران معیار کی جانچ۔

سروے کے بعد تجزیے میں شہریوں کے ردعمل کے اعداد و شمار کی تخلیق شامل ہے۔ دوسرا مرحلہ مقصدی بیان کے عین مطابق معلومات پیدا کرنا ہے۔ پھر خدمات کی صورتحال کے تعین اور بہتری کی سفارشات کے لیے ان حاصل شدہ معلومات کا تجزیہ کیا جائے گا۔

سی آر سی کے مقاصد کا براہ راست تعلق اشاعت کی وسعت و دسترس سے ہے۔ ہدف شدہ سامعین کو اگلے قدم کے لیے بامعنی احاطہ وقت میں حاصل شدہ معلومات سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اس کیس میں ہدف شدہ سامعین میں میڈیا، سی ایس اوز، ڈونرز اور معاونین و حمایتی شامل ہونے چاہئیں۔ ❀❀❀

اچھی حاکمیت کو منصفانہ و ایماندارانہ قانونی احاطہ کار کی ضرورت ہوتی ہے جن کا نفاذ غیر جانبدارانہ ہو

ایکٹیوسٹ کا آلۂ کار

احتساب کو شفاف پن اور قانون کی بالادستی کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا

نقطۂ نظر

خطیب احمد

کراچی اچھی حاکمیت کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تہذیب، حاکمیت سے مراد ہے:

- فیصلہ سازی کا عمل۔
- وہ عمل جس کے ذریعے فیصلوں پر عملدرآمد (یا عملدرآمد نہیں) ہوتا ہے۔

حاکمیت عمل ہے:

- فیصلہ سازی۔
- عمل جس کے ذریعے فیصلوں پر عملدرآمد ہوتا ہے۔

حاکمیت میں حکومت ایک کردار ہے۔ اس کے کردار تبدیل ہوتے رہتے ہیں اس کا انحصار زیر بحث حکومت کی سطح پر ہے۔ شہری علاقوں میں صورتحال پیچیدہ ہے۔ قومی سطح پر کرداروں میں شامل کیا جاسکتا ہے:

- میڈیا۔
- ترغیب کار۔
- بین الاقوامی ڈونر۔
- ملٹی نیشنل کارپوریشن وغیرہ جو فیصلہ سازی یا فیصلہ سازی کے عمل پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

حکومت اور پولیس/فوج کے علاوہ تمام کردار مل کر شہری معاشرے کے ایک حصے کی حیثیت سے ایک گروپ بناتے ہیں۔ کچھ ممالک میں یہ شہری معاشرے کا ایک اضافی حصہ ہیں۔

- منظم جرائم انجمن بھی خصوصاً شہری علاقوں اور قومی سطح پر فیصلہ سازی پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

اسی طرح رسمی حکومتی ڈھانچے بھی ایک سبب ہیں جس کے ذریعے فیصلے پہنچتے ہیں اور ان پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ قومی سطح پر غیر رسمی فیصلہ سازی کے ڈھانچے درج ذیل ہیں:

- کچن کیبنٹ۔
- غیر رسمی مشیروں کا وجود۔

شہری علاقوں میں:

منظم جرائم کی انجمن مثلاً لینڈ مافیا فیصلہ سازی پر اثرانداز ہوسکتی ہے۔

مقامی طور پر کچھ دیہی علاقوں میں:

- بااختیار خاندان فیصلہ سازی کرسکتے ہیں یا اس پر اثرانداز ہوسکتے ہیں۔

ایسی غیر رسمی فیصلہ سازی کا نتیجہ اکثر بدعنوان رویے یا بدعنوانی پر مائل ہونے والے رویے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

اچھی حاکمیت کے بڑے اصول

1- شرکت

- مردوں اور عورتوں دونوں کی شرکت اچھی حاکمیت کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔
- یہ شرکت براہ راست ہوسکتی ہے یا پھر جائز و قانونی ثالثی اداروں یا نمائندوں کے ذریعے ہوسکتی ہے۔
- یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ نمائندہ جمہوریت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ فیصلہ سازی میں معاشرے کے کمزور اور غیر محفوظ افراد کے خدشات کا خیال رکھا جائے گا۔
- شرکت کو باخبر اور منظم رکھنے کی ضرورت ہے۔

2- قانون کی حکمرانی

اچھی حاکمیت کو منصفانہ و ایماندارانہ قانونی احاطہ کار کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کا نفاذ غیر جانبدارانہ ہو۔ اسے انسانی حقوق کے مکمل تحفظ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً:

- اقلیتیں۔
- ایک آزاد عدلیہ۔
- ایک غیر جانبدار اور بدعنوانی سے پاک پولیس فورس۔

3- شفاف پن

شفاف پن سے مراد ہے کہ فیصلے کرنے اور ان کے نفاذ میں مندرجہ باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

(باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں)

ڈنگی اور بُنڈار جزیرے خطرات سے دوچار آبی سبز کچھوؤں کی نسل بڑھانے کی محفوظ جگھیں ھیں، مجوزہ ترقی کی صورت میں حیاتیاتی تنوع کھو بیٹھیں گے

بُنڈل اور بُڈو کی ترقی میں ماحولیاتی خدشات

پاکستان کے شہری معاشرے کے گروپوں نے اس ناموزوں منصوبے کے بارے میں اپنے شدید تحفظات اور خدشات کا اظہار کیا ہے

ساحلی ترقی

ٹیوڈورو وا-ینہینا

کراچی: ہماری تنظیم کو پاکستان کی شہری تنظیموں سے سندھ کے دو جزیروں بنڈل اور بڈو کی ترقی کے بارے میں علم ہوا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جزیرے اور اس کے مضافات دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے گراں بہا نباتات اور جانوروں کا مسکن ہیں۔ یہ صحت مند دلدلی جنگلات کے چند بچے کچے سلسلوں میں سے ایک ہیں۔ جہاں مہاجر اور مقامی پرندے پناہ لیتے ہیں اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔

ڈنگی اور بندار جزیرے خطرات سے دوچار آبی سبز کچھوؤں کی نسل بڑھانے کی محفوظ جگہیں ہیں۔ مجوزہ ترقی کی صورت میں یہ گراں قدر حیاتیاتی تنوع اپنا وجود کھو سکتا ہے۔ یہ جزیرے سندھ ڈیلٹا کے گراں قدر وسائل اور ماحولیاتی نظام کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ نے انہیں 200 ایکو علاقوں میں شامل کیا ہے۔ ان جزیروں کو بین الاقوامی یونین برائے تحفظ فطرت (آئی یو سی این) نے تحفظ اور بچاؤ کے اعلیٰ ترین ترجیحی علاقوں کے ایک حصے کے طور پر نشاندہی کی ہے۔

ان جزیروں کی فروخت اور ترقی سے 500,000 سے زیادہ ماہی گیر اور ان کے خاندانوں کے روزگار پر بہت برے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ منصوبہ سندھ کے ساحل کے غریب ماہی گیروں کو ان کے روزگار اور دلدلی جنگلات کی نرسریوں سے محروم کردے گا اور وہ اپنے بچے کچے روزگار کے ذرائع سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ تقریباً 4 ہزار سے 5 ہزار ماہی گیر کشتیاں کورنگی اور پھٹی کریک استعمال کرتی ہیں۔

کھلے سمندر کو جانے والے یہ راستے جزیروں کے دونوں اطراف واقع ہیں۔ جزیروں پر ان نام نہاد ترقی کی صورت میں ان راستوں تک رسائی ممکن نہیں رہے گی۔

اس کے علاوہ انہوں نے ہمیں اپنے باوثوق ذرائع کی بنیاد پر مطلع کیا ہے کہ آپ کی وزارت نے ماحولیاتی اثرات کا اندازہ (ای آئی اے) بھی نہیں کرایا ہے جو پاکستان تحفظِ ماحولیات ایکٹ 1997ء کے تحت لازمی ہے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی وزارت اس قانون کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔

ان جزیروں کی فروخت اور ترقی سے 500,000 سے زیادہ ماھی گیر اور ان کے خاندانوں کے روزگار پر بھت برے اثرات مرتب ھوں گے

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نہ تو صوبائی اور نہ ہی وفاقی حکومت نے پروجیکٹ سے متوقع طور پر متاثر ہونے والے افراد سے کسی قسم کی مشاورت کی ہے۔

پاکستان کے شہری معاشرے کے گروپوں نے اس ناموزوں منصوبے کے بارے میں اپنے شدید تحفظات اور خدشات کا اظہار کیا ہے اور وہ اس منصوبے کو پائیدار اور مستقل ترقی کے تمام بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں۔

ہم اس پروجیکٹ کے بارے میں اپنے سنجیدہ خدشات آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں اور آپ سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اسے فوراً روک دیا جائے۔ ہم آپ سے پروجیکٹ کے ماحولیاتی اثرات کا اندازہ (ای آئی اے) اور اس ترقی سے متاثرہ افراد سے فوری مشاورت کرنے پر بھی اصرار کرتے ہیں۔

ٹیوڈورو وا-ینہینا
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر اربن پوور
ایسوسی ایٹس، کیوزون سٹی، فلپائن

رابطہ سڑکوں پر ایکسپریس وے کی تعمیر سماجی اور ماحولیاتی تباہی کا باعث ہوگی

شہری منصوبہ بندی

کراچی کی بالائی ایکسپریس وے کے ماحولیاتی مضمرات

عارف حسن

یہ درست نہیں ہے کہ ایکسپریس ویز نے نقل و حرکت کے مسائل حل کیے ہیں

کراچی کی بالائی گذرگاہ کے ای آئی اے سے متعلق تبصرہ:

1- ای آئی اے نے تحقیق کرنے والے مشیروں/ ماہرین کے نام، اہلیت اور تجربے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اس لیے کوئی بھی مطالعے کے معیار کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ای آئی اے کی ایک نہایت سنجیدہ کوتاہی ہے۔ شہریوں کو نہ صرف یہ علم ہونا چاہیے کہ مشیر/ ماہرین کون ہیں بلکہ ایک عوامی سماعت یا کچہری کا انعقاد ہونا چاہیے تاکہ وہ ان شخصیات کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کے قابل ہوسکیں۔

2- ای آئی اے نے شاہراہ فیصل کوریڈور کے ساتھ ٹریفک کی طرز پر مجوزہ نیٹ ورک کے اثرات سے متعلق اعدادوشمار کی اصطلاحات سے کام نہیں لیا ہے۔ یہ مجوزہ روڈ نیٹ ورکس تین رِنگ روڈ، سگنل فری نصف قطری سڑکوں، لیاری ایکسپریس وے اور ناردرن بائی پاس پر مشتمل ہے۔ شاہراہ فیصل پر واقع دیگر سڑکوں پر اثرات کے ایک مطالعے اور تحقیق کی غیر موجودگی میں اس کوریڈور پر ٹریفک کی وضع کے تجزیے قابل قبول نہیں ہیں۔

3- ای آئی اے میں کئی مرتبہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ جنوبی ایشیائی شہروں میں ایکسپریس ویز نے کامیابی کے ساتھ نقل وحمل اور گاڑیوں کی حرکت کے مسائل حل کیے ہیں جو درست نہیں ہے۔ مشہور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، نیو دہلی کی متعدد تصانیف کے مطابق یہ حل بہت گراں قدر ہیں۔ یہ بڑی حد تک ماحولیاتی اور جمالیاتی تنزلی کا باعث بنے ہیں اور انہوں نے پیدل چلنے والوں کے لیے شدید مسائل پیدا کیے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے وہ مسائل بھی حل نہیں کیے جن کے لیے ان کا وجود عمل میں لایا گیا تھا۔ تفصیلات کے لیے برائے مہربانی گیتم تیواڑی کی کتاب 'ٹرانسپورٹ فار گروئنگ سٹیز' کا مطالعہ کیجیے۔ اس کتاب کو میکمیلان انڈیا لمیٹڈ، نیو دہلی۔ 2002ء، نے شائع کیا ہے۔

بنکاک، منیلا، قاہرہ اور تہران نے بھی اپنے شہری مراکز میں کئی سو کلومیٹر طویل ایکسپریس ویز تعمیر کی ہیں۔ یہ ایکسپریس ویز آواز اور فضائی آلودگی، سورج کی روشنی کی نفی، شہری کشادگی کی بربادی، سماجی بیگانگی اور پیدل چلنے والوں کے مسائل سے متعلق لاتعداد ماحولیاتی مسائل کا باعث بنے ہیں۔

انہوں نے ان شہروں کے ٹریفک مسائل کو حل نہیں کیا ہے ان ایکسپریس ویز

> ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ ٹریفک انتظام کی عدم موجودگی، سروس لین کا غلط استعمال اور پارکنگ کی جگہیں نہ ہونے کے نتیجے میں شاہراہ فیصل کوریڈور پر ٹریفک کا حد درجہ دباؤ اور ہجوم ہے

کے باوجود ان شہروں میں ٹریفک کا ہجوم کراچی کے مقابلے میں بدترین ہے۔

ٹرانسپورٹ انجینئروں نے بین الاقوامی طور پر یہ تسلیم کیا ہے کہ ایکسپریس ویز کو شہری مراکز میں نہیں تعمیر کرنا چاہیے، کیونکہ وہ ماحولیاتی جمالیاتی اور سماجی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ اب ترقی یافتہ ممالک میں شہروں سے گزرنے والی اس نوعیت کی ایکسپریس ویز تعمیر نہیں کی جاتیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سول اور بوسٹن جیسے شہر اپنے ایکسپریس ویز اور فلائی اوورز منہدم کر رہے ہیں۔ لاطینی امریکہ کے متعدد شہر (جیسے کیوریٹبہ اور بوگوٹا) نے اپنے شہروں میں ایسی بالائی گزرگاہوں کو تعمیر کیے بغیر اپنے ٹریفک کے ہجوم اور دباؤ کے مسائل کو حل کیا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم دیگر شہروں میں ناکام ہونے والی مثالوں پر عمل کریں۔ جنہیں ماہرین اور ٹرانسپورٹ سے متعلق عالموں نے مسترد کر دیا ہے۔

6- ریاض شہر میں تعمیر ہونے والی ایکسپریس وے اس قدر آلودگی کا باعث بنی کہ اربابِ اختیار کو اس کے دونوں اطرف کے علاقے خالی کرانے پڑے اور پھر وہاں شجرکاری کرنی پڑی۔ چنانچہ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ ایک ایسی ایکسپریس وے جو بندرگاہ سے متعلق ٹریفک کے زیرِاستعمال ہوگی وہ شاہراہ فیصل پر فضائی اور شور سے متعلق مسائل پیدا نہیں کرے گی۔

ریاض شہر میں تعمیر ہونے والی ایکسپریس وے اس قدر آلودگی کا باعث بنی کہ اربابِ اختیار کو اس کے دونوں اطرف کے علاقے خالی کرانے پڑے اور پھر وہاں شجرکاری کرنی پڑی۔ چنانچہ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ ایک ایسی ایکسپریس وے جو بندرگاہ سے متعلق ٹریفک کے زیرِاستعمال ہوگی وہ شاہراہ فیصل پر فضائی اور شور سے متعلق مسائل پیدا نہیں کرے گی۔

7- یہ حقیقت ہے کہ کراچی کے لیے مجوزہ روڈ نیٹ ورک کے نتیجے کے طور پر شاہراہ فیصل پر ٹریفک کی نوعیت کے اثرات پر سائنسی بنیادوں پر کوئی تحقیق نہیں کی گئی۔ جس کا مطلب ہے کہ ایکسپریس وے کی تعمیر کا فیصلہ عبوری ہے اور وہ شہر کے ٹریفک اور نقل وحمل کے بڑے منصوبے کا حصہ نہیں ہے۔

8- ای آئی اے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شاہراہ فیصل کوریڈور بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہ جناح برج کو پورٹ قاسم سے ملاتا ہے اور نیشنل اور سپرہائی ویز کے درمیان ایک رابطہ سڑک ہے۔ اب اہم ترین سڑکوں پر ہمیں ایک بالائی گزرگاہ کی کیا ضرورت ہے؟ اگر ہے تو کیوں ہے؟ ایسی ہی ایک کوریڈور مائی کلاچی، خیابانِ سعدی، سن سیٹ بلیووارڈ، کورنگی روڈ ہے ہم اسے ایک اہم ترین کوریڈور کی حیثیت کیوں نہیں دیتے؟

9- شاہراہ فیصل کوریڈور کا آغاز پی آئی ڈی سی سے شروع ہوتا ہے۔ اپنے مقام آغاز سے ڈرگ روڈ اسٹیشن تک یہ ایک کھلی شہری جگہ ہے۔ اوپر سے آسمان نظر آتا ہے۔ سروس لین اور سبزہ کے لیے بھی جگہ ہے وہاں پیدل چلنے والوں اور سماجی سرگرمیوں کے لیے حددرجہ استعداد پائی جاتی ہے۔ پی آئی ڈی سی سے نیپیئر بیرکس تک کے علاقے میں اہم ہوٹل، عجائب خانے، کلب اور صدر کو ملانے والے رابطہ سڑکیں ہیں۔ اس علاقے کو ایک سیاحتی علاقے کی حیثیت سے ترقی دینے کے امکانات موجود ہیں، کیونکہ یہاں سے شہر کے دیگر ثقافتی مراکز تک رابطہ سڑکیں ہیں۔ ان تنگ درمیانی راستوں پر اس ایکسپریس وے کی تعمیر مکمل طور پر سماجی اور ماحولیاتی تباہی ہوگی اور اس علاقے کو ایک سیاحتی اور ثقافتی مرکز میں تبدیلی کے امکانات کی نفی کرے گی۔

10- اگر عبوری فیصلے مقصود ہیں تو ایسے اقدامات بہتر ہیں جو مجوزہ ایکسپریس وے جیسے عظیم نقصان کا باعث نہ بنے۔ اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ جناح برج، مائی کلاچی، خیابانِ سعدی، کورنگی روڈ کوریڈور کو قائدآباد تک ایک متبادل کے طور پر ترقی دی جائے۔ اس کوریڈور کے اطراف موجود گنجان پن پر باآسانی قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے سب میرین چورنگی اور ساؤتھ سرکلر ایونیو کے درمیان ایکسپریس وے کو بلند کرکے اور جہاں ضروری ہو فلائی اوور تعمیر کرکے کوریڈور کو سگنل فری بنایا جاسکتا ہے۔

11- ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ ٹریفک انتظام کی عدم موجودگی، سروس لین کا غلط استعمال اور پارکنگ کی جگہیں نہ ہونے کے نتیجے میں شاہراہ فیصل کوریڈور پر ٹریفک کا حددرجہ دباؤ اور ہجوم ہے۔ (کارپارکنگ کے مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے اگر ایک کمرشلائزڈ منصوبے پر عمل کیا جائے) سوال یہ ہے کہ اگر یہ سب کیا جاسکتا ہے تو پھر اس سے کیا فرق پڑے گا؟ ای آئی اے نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔

12- میری یہ رائے ہے کہ مندرجہ بالا نکات کے علاوہ بھی مجوزہ ایکسپریس وے نہ صرف آنکھوں کا کانٹا بلکہ کراچی کے شہریوں کی تذلیل ہوگی۔

عارف حسن
چیئرمین اربن ریسورس سینٹر

❀❀❀

پلاٹ کی نوعیت میں غیر قانونی تبدیلی

شہر کے باسیوں کو اپنے گردو پیش کے بری طرح متاثر کرنے والے مسائل پر خدشات و تحفظات لاحق ھیں تو شہری کو اطلاع دیں۔ برائے مہربانی ھمیں اس بارے میں لکھیں۔ تصویر ساتھ میں ضرور بھیجیں تاکہ کوشش بھتر ھو، مسئلے کا حل نکالا جائے۔(ایڈیٹر)

گرد و پیش پر نگاہ

شہری رپورٹ

ہم اسٹریٹ نمبر 122-123 کے رہائش کنندگان شہری تنظیم سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ بے قاعدگی کا نوٹس لے اور اس سلسلے میں رہائش کنندگان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ضروری اقدام اٹھائے۔

مذکورہ پلاٹ کے مالک نے پلاٹ آر۔123 پر تعمیرات کا آغاز کیا تو نتیجہ شور، مٹی اور سیمنٹ کی آلودگی کی صورت میں برآمد ہوا۔ لیکن ہم نے ان مذکورہ مسائل کو اچھے پڑوسیوں کی مانند بڑے صبر و تحمل سے جھیلا۔

نچلی اور دو منزلوں کی تعمیر قانونی محسوس ہوئی لیکن اب تیسری منزل کا لے آؤٹ پلان اور کمروں اور غسل خانوں کے لیے دیواروں کی تعمیر بالکل دوسری منزل کے مانند کی گئی ہے۔ ستون بھی کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ تیسری منزل کی یہ تعمیر غیر قانونی محسوس ہوتی ہے۔ چھت کے لیے لوہے کا جال بھی بچھا دیا گیا ہے۔

گلی کے رہائشی پانی، بجلی، پارکنگ اور دیگر مسائل کا اضافی بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ برائی کا خاتمہ بالکل ابتدا میں ہی کیا جائے۔ ہماری شہری تنظیم سے درخواست ہے کہ ہمارے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

رہائش کنندگان

اسٹریٹ نمبر 123-122، بلاک 2، پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی

بقیہ: ایکٹیوسٹ کا آلہ کار

- قواعد و ضوابط۔
- اطلاعات کی آزادانہ دستیابی اور فیصلوں اور ان کے نفاذ سے متاثر ہونے والوں کی ان تک براہ راست رسائی۔

4- اثر پذیری یا جواب دہی

اچھی حاکمیت کی ضرورت ہے کہ ادارے اور طریق عمل تمام اسٹیک ہولڈروں کی خدمت:

- ایک مناسب احاطہ وقت میں کریں۔

5- اتفاق رائے

ہر معاشرے میں لاتعداد کردار اور نقطہ نظر ہوتے ہیں۔ اچھی حاکمیت کی ضرورت ہے:

- معاشرے میں مختلف مفادات کا ٹکراؤ موجود ہے ان کو قریب لانے کے لیے ایک ایسا وسیع اتفاق رائے جو پوری کمیونٹی کے بہترین مفاد میں ہو۔ اسے کیسے حاصل کیا جائے؟
- اسے ایک وسیع اور طویل المدتی پیش منظر کی بھی ضرورت ہے جہاں پائیدار انسانی ترقی ہو اور ایسی ترقی کے اہداف کس طرح حاصل کیے جائیں۔
- ایک معاشرے یا کمیونٹی کے تاریخی، ثقافتی اور سماجی سیاق و سباق کی مفاہمت اور اتفاق کا ہی یہ ایک نتیجہ ہوسکتا ہے۔

6- عدل اور شمولیت

ایک معاشرے کی فلاح و بہبود کا انحصار اس بات کو یقینی بنانے پر ہے کہ اس کے تمام اراکین یہ محسوس کریں کہ:

- اس میں ہی ان کی وابستگی ہے اور وہ خود کو معاشرے کے بڑے دھارے سے الگ محسوس نہیں کرتے۔ لیکن تقاضا ہے کہ تمام گروپوں خصوصاً سب سے۔
- کمزور اور غیر محفوظ گروپوں کو اپنی فلاح و بہبود کو بہتر بنانے یا اسے برقرار رکھنے کے مواقع حاصل ہیں۔

7- مؤثر پن اور اہلیت

اچھی حاکمیت سے مراد ہے کہ طریق عمل اور ادارے:

- ایسے نتائج پیدا کریں جو معاشرے کی ضروریات کو پورا کرتے ہوں۔
- اس مقصد کے لیے وہ اپنے زیر تحت ذرائع اور وسائل کا بہترین استعمال کریں۔

اچھی حاکمیت کے سیاق و سباق میں صلاحیت کا تصور قدرتی وسائل اور ذرائع کے استعمال اور ماحول کے تحفظ کا بھی احاطہ کرتا ہے۔

8- احتساب

احتساب اچھی حاکمیت کی کلیدی ضرورت ہے۔ نہ صرف سرکاری اداروں بلکہ تمام نجی شعبے اور شہری معاشرے کی تنظیموں کو عوام اور ان کے ادارہ جاتی اسٹیک ہولڈروں کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے۔

- احتساب کو شفاف پن اور قانون کی بالادستی کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اچھی حاکمیت ایک مثالی تصور ہے۔ جسے اس کی کلیت کے ساتھ حاصل کرنا مشکل ہے۔ بہت ہی کم ممالک اور معاشرے ایک کامل اچھی حاکمیت کے حصول کے قریب تر پہنچے ہیں۔ لیکن پائیدار انسانی ترقی کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات اٹھانے ہوں گے تاکہ اس تصور کو ایک حقیقت کا روپ دینے کے مقصد کے حصول کے لیے کام کیا جائے۔

یاد رکھیں

آزادی کی قیمت ایک ابدی بیداری ہے۔ ❀❀❀

بقیہ: سڈنی آبی منصوبہ

- مستقبل کی سرمایہ کاری کا مناسب ہدف۔
- حالات کے مطابق فیصلہ سازی۔
- یقینی بنانا کہ اقدامات عوام کے لیے قابل قبول، مالی طور پر قابل برداشت، قابل عمل اور پائیدار ہوں۔

منصوبے کا تجزیہ

سڈنی منصوبہ آب کی پلاننگ کے طریقوں پر ایک تنقیدی جائزہ۔

منزل مقصود کا تعین

اس منصوبے کے لیے منزل مقصود کا تعین جامع اور مکمل ہے، کیونکہ اس کی پشت پناہی متعلقہ سیاسی حکومتوں نے کی اور موجودہ صورتحال کے گہرے تجزیاتی جائزے سے تقویت بہم پہنچائی گئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ منصوبے کو وسیع تر سیاسی حمایت حاصل ہے جس کا اظہار تمام دستیاب مختلف اختیاری چناؤ کو حاصل ضروری اہمیت سے ہوتا ہے اور حکومت پانی کے تحفظ کے اقدامات پر عملدرآمد پر سب سے آگے ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ منصوبے کو متعلقہ افراد کی تائید حاصل ہے۔ مثلاً صنعت، کیونکہ پانی کے ذرائع کے پائیدار استعمال اور طلب کے انتظام میں ان کی شرکت کے لیے مضبوط اور سخت اقدامات کی وکالت کی گئی ہے۔ ایک ضروری جارحانہ عوامی شرکت، منزل مقصود کے تعین کے عمل میں شہریوں کی شمولیت کا بھی اظہار ہے۔

حکمت عملی

آسٹریلوی معاشرے نے جس سطح کی فنی ترقی حاصل کی ہے اس کا اظہار اس منصوبے کے لیے پیش کردہ تجاویز میں ہوتا ہے۔ اس میں پانی کے بچاؤ اور تحفظ، ری سائیکلنگ، زمین کی بار یابی کے منصوبوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان کا اطلاق صرف اسی معاشرے میں ہوسکتا ہے جو ایک نہایت اعلیٰ معیار زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہو حکمت عملی کی یہ برتری منصوبے کو ایک مکمل اور مربوط مقصد اور نظریہ فراہم کرتی ہے، جب کہ اضافی اور توسیعی اقدامات کی فراہمی کو بھی مناسب اہمیت دی گئی۔ کمیونٹی، حکومت اور صنعت کے لیے پانی کے بچاؤ۔

سرکاری طور پر کوڑے کرکٹ کی ری سائیکلنگ/ دوبارہ استعمال کی کسی قسم کی خدمات موجود نہیں ہیں۔ اس لیے غیر رسمی شعبے نے اس خلاء کو بڑی حد تک پُر کرنے کی کوشش کی ہے

ماحولیات

شہری رپورٹ

کراچی میں ٹھوس فضلے کو ٹھکانے لگانے کا نظام

شہری ضلعی حکومت نے شہر میں ایسی بھٹیاں نصب کی ہیں جو صحت کی دیکھ بھال کرنے والے فضلے کو ٹھکانے لگاتی ہیں

کراچی روزانہ تقریباً 6113 ٹن ٹھوس فضلہ پیدا کرتا ہے جس میں سے 5,057 ٹن کوڑا اٹھایا جاتا ہے اور 10,57 ٹن اٹھایا ہی نہیں جاتا۔ اس کوڑے کا تقریباً 10 فیصد خواتین خود ہی سمیٹ لیتی ہیں۔ تقریباً 15000 کباڑی لوگوں کے گھروں سے کوڑا اٹھاتے ہیں۔

یہ ٹھوس فضلہ یا کوڑا گلاس، پلاسٹک، دھات اور کاغذ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوڑا اٹھانے والے 600 ٹن ٹھوس فضلہ کچرا کنڈیوں، سڑکوں، گلیوں اور مارکیٹوں سے جمع کرتے ہیں۔ یہ کوڑا کرکٹ کاغذ، تھیلوں، پلاسٹک، دھاتی اشیاء، گلاس اور ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ کوڑا کرکٹ اٹھانے پر روزانہ 1.08 ملین روپے خرچ ہوتے ہیں، جبکہ اس کی ٹرانسپورٹ پر 233 روپے روزانہ کے اخراجات ہیں۔

بلدیاتی اداروں یا مکینوں نے جمعداروں کو ملازم رکھا ہے جو گھر کے دروازے سے کوڑا اٹھانے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں گھروں سے کوڑا گردوپیش میں رکھے ہوئے کنکریٹ یا اسٹیل کے ڈرموں میں جمع کیا جاتا ہے۔ کوڑے کے یہ ڈرم سڑک کے کنارے، فٹ پاتھ پر، پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں رکھے نظر آتے ہیں۔ بارش کے پانی کے نکاسی نالوں میں کوڑا کھلے عام ڈالا جاتا ہے۔ ان جگہوں پر کوڑے کو جلایا جاتا ہے یا پھر بلدیاتی اداروں کی کوڑا گاڑیاں اٹھا کر زمین کی بھرائی کے لیے لے جاتی ہیں۔ (یہ جگہیں خصوصی طور پر تعمیر نہیں کی گئی ہیں۔ یہاں کوڑا لا کر پھینک دیا جاتا ہے اور آگ لگا دی جاتی ہے) یہ جگہیں شہر کے باہر ہیں۔ ان میں ایک جام چاکرو، سرجانی ٹاؤن اور دوسری گونڈ پاس۔ حب ریور روڈ پر واقع ہے۔ شہری مرکز سے ان کا فاصلہ 30 سے 35 کلومیٹر ہے۔

سرکاری طور پر کوڑے کرکٹ کی ری سائیکلنگ/ دوبارہ استعمال کی کسی قسم کی خدمات موجود نہیں ہیں۔ اس لیے غیر رسمی شعبے نے اس خلاء کو بڑی حد تک پُر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ غیر رسمی شعبہ کرداروں کی ایک منظّم زنجیر پر مشتمل ہے۔ جس کا آغاز سڑکوں اور گلیوں سے ردی کاغذ اٹھانے والوں سے ہوتا ہے اور اختتام ری سائیکلنگ فیکٹری کے مالکوں پر ہوتا ہے۔ یہ ایک کامیاب چلتا ہوا کاروبار ہے۔ ایک عام اندازے کے مطابق یہ شہر کے پیدا کردہ کُل کوڑے کرکٹ کا 15 سے 20 فیصد حصے پر مشتمل ہے۔ یہ شعبہ 55000 خاندانوں سے زیادہ کو روزگار مہیا کرتا ہے اور اس کی سالانہ آمدنی 1.2 بلین ہے۔ غیر رسمی شعبے میں 1000 سے زیادہ ری سائیکلنگ یونٹ کام کر رہے ہیں۔

کل 9000 بستروں پر مشتمل 200 ہسپتال 2.7 ٹن کوڑا پیدا کرتے ہیں جن میں سے 540 کلوگرام خطرناک فضلہ اور 2160 کلوگرام عام کوڑا ہوتا ہے۔ ہسپتالوں کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیے کچھ نجی اور سرکاری ہسپتالوں نے درآمد شدہ/ مقامی طور پر تیار شدہ بھٹیاں نصب کی ہیں جہاں ٹھوس فضلہ جلا کر راکھ بنا دیا جاتا ہے۔ شہری ضلعی حکومت نے بھی شہر میں ایسی دو بھٹیاں نصب کی ہیں جو صحت کی دیکھ بھال کرنے والے صرف 140 یونٹوں کے فضلے کو ٹھکانے لگاتی ہیں اور اس وقت ان کی کارکردگی بہت مایوس کن ہے۔

وہ علاقے جہاں شہری حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں، وہ کنٹونمنٹ کے علاقے ہیں مثلاً کلفٹن، ملیر، فیصل اور کورنگی کنٹونمنٹ کے علاقے۔ ان کی 34 کوڑا اٹھانے والی گاڑیاں ہر روز اندازاً 311 ٹن کوڑا اٹھاتی ہیں یہاں صفائی اور کوڑے کے نقل و حمل پر روزانہ کے اخراجات 197000 روپے بتائے جاتے ہیں۔

❀❀❀

بقیہ: کراچی میں آبی شعبہ

ساتھ مندرجہ طویل المدتی منصوبوں/ خاکوں پر عمل کرنے کے لیے نشاندہی کی گئی ہے:

- کراچی کی آبی گذرگاہوں کی بحالی: لیاری/ ملیرندی طاس کا انتظام/ منصوبہ بندی اور عملدرآمد۔
- نکاسی آب کا ایک منصوبہ۔
- شہری کی کشادہ بدروؤں کا نظام/ بحالی نیٹ ورک۔

صنعتی شعبے کا آغازِ کار

صنعتی شعبے کے لیے کچھ علیحدہ سفارشات مرتب کی گئی ہیں:

صنعتی شعبے کے لیے مندرجہ اقدامات پر عملدرآمد کے لیے نشاندہی کی گئی ہے۔

- سرمایہ کاری کے لیے ہدایات دی جائیں کہ صنعتی اسٹیٹ کو مناسب سیوریج/ نکاسی کا بنیادی ڈھانچہ اور ایک موثر انتظامی نظام مہیا کیا جائے۔ صنعت/ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی، سی ڈی جی کے کے درمیان مناسب شراکت واتحاد۔
- گندے پانی کی صفائی کے لیے سہولتوں کی تنصیبات کے فروغ کے لیے صنعتی شعبے کو مالیاتی ترغیبات کے امکانات۔
- گندے پانی کی صفائی کے لیے گندے پانی کی دیسی ٹیکنالوجی/ نظام کی ترقی و ترویج میں سرمایہ کاری (مثلاً صنعت، یونیورسٹی تعاون، مقامی مشیروں کنٹریکٹروں/ مینوفیکچروں کی اہلیت و قابلیت کی تعمیر)۔

فرحان انور

اربن پلانر اور مدیر شہری نیوزلیٹر

بقیہ: شہری سرگرمیاں

لانا تھا کیونکہ اس پروجیکٹ کی منصوبہ بندی اور ڈیزائننگ ایک انجینئرنگ پروجیکٹ کی حیثیت سے ہوئی تھی۔ اس لیے یہ سماجی اور ماحولیاتی پہلوؤں کے وسیع ترکینوس کا احاطہ کرنے میں ناکام رہا ہے۔ جیسے جیسے یہ پروجیکٹ آگے بڑھا متضاد پیداواری نتائج برآمد ہونے لگے۔

'اینگرو کیمیکل پاکستان لمیٹڈ کی سی ایس آر پریکٹس: اعلیٰ معیار کا ایک نمونہ' اس موضوع پر واجد حسین جونیجو نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ وہ اینگرو کیمیکل پاکستان لمیٹڈ میں پبلک افیئرز منیجر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 'اینگرو کی سماجی حکمت عملی کا ایک کلیدی مقصد موجودہ ذمہ دار کاروباری ستونوں پر قائم نظاموں کو بڑے دھارے میں لانا ہے جو تنظیمی عمل کے ذریعے اقوام متحدہ کے عالمی معاہدے کے 10 اصولوں پر عملدرآمد کرنے کی تنظیمی اہلیت کو یقینی بناتا ہے۔

مذاکرے کے دوران بحث سی ایس آر کے مسئلے سے متعلق ان چار موضوعات پر مذکور ہوگئی۔

الف: سی ایس آر کے عمل میں سہولتیں بہم پہنچانے کے لیے حکومت کی ذمہ داریاں۔

ب: سی ایس آر سے متعلق وکالت اور اقدام میں شہری معاشرے کی قابلیت اور اہلیت کی تعمیر۔

ج: پاکستان میں ایم این ای کے عمل میں لاحق خدشات کے پہلو۔

د: سماجی اور ماحولیات کی تنزلی کے بارے میں خدشات، اداروں کا کردار۔ ❀❀❀

شہری کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوزلیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

''شہری'' میں شمولیت اختیار کیجئے
ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

اگر آپ ''شہری'' میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206۔ جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون/ فیکس: (92-21)4530646 - 4382298

E-mail address:
Shehri@cyber.net.pk * info@shehri.org
(Web site) URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________

ایڈریس ________

پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

شہری کی رکنیت

2008ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ 'شہری' میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

بات بھی عیاں ہے کہ حکومت اور نجی ٹھیکیداروں کے مقابلے میں یہ کام بہت کم لاگت میں کیا گیا۔ بہترین صورتحال میں کمیونٹی اور حکومت کے درمیان ایک برابر کی شراکت کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔'

او پی پی، آر ٹی آئی کی ڈائریکٹر پروین رحمان نے کم قیمت حفظان صحت کے پروگرام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم نے ایک وقت میں ایک گلی میں زیرزمین سیوریج کے نظام کی وکالت شروع کی اور یہ کام کسی ماسٹر پلان کے بغیر شروع کیا گیا اور مقامی حکومت کو آمادہ کیا کہ وہ بقیہ کراچی کے موجودہ بیرونی نکاسیٔ آب کے نظام کی تعمیر کرے اور اس میں بہتری لائے۔ جو ایک نئے نظام کو شروع کرنے کے مقابلے میں کم قیمت ثابت ہوگا۔

اور یہاں انہیں شمس الدین جیسے لوگوں کے تعاون کی ضرورت پڑی۔ ایسے لوگ جو کمیونٹی کی بہتری میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ شمس الدین نے علاقے کے سروے کے نقشوں کو کھولتے ہوئے یاد کیا کہ 'ہم سے درخواست کی گئی کہ ہم تنظیمیں بنائیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہم نے لاتعداد میٹنگیں کیں جو رات گئے تک جاری رہتی تھیں۔ ہر گلی میں 20 سے 30 مکانات تھے یہ مل کر تنظیم کا ایک یونٹ تخلیق کرتے تھے۔'

'لوگوں کو یہ باور کرانا کہ انہیں حفظان صحت کے نظام کو وجود میں لانے کے لیے نہ صرف خود کام کرنا پڑے گا بلکہ خود اس کی قیمت بھی چکانی پڑے گی اور اگر ہم نے انتظار کیا تو مقامی حکومت یہ کام کرنے میں شاید صدیاں لگا دے۔ لوگوں کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ خراب حفظان صحت، صحت کے مسائل کی بنیادی وجہ ہے اور ان کی غربت یا اس میں اضافی کی ایک بڑی وجہ بھی ہے۔

ایک بار ذہن تبدیل ہوئے تو پھر کمیونٹی کے ساتھ کام کرنا آسان ہوگیا۔ ہر گلی کے مکینوں سے کہا گیا کہ وہ اپنی گلی کے لیے ایک منیجر کو نامزد کریں جو او پی پی، آر ٹی آئی میں تکنیکی تعاون اور انتظامی رہنمائی کے لیے درخواست کرے۔ پھر او پی پی، آر ٹی آئی گلی کا سروے کرنے کے بعد سینی ٹیشن انجینیئرنگ پلان تیار کر کے لاگت کا تخمینہ لگاتا اور پھر یہ تمام معلومات اور اعداد و شمار گلی کے منیجر کے سپرد کر دیتا۔ اس کے بعد گلی کا منیجر پیسے جمع کر کے کام کا آغاز کرتا۔

ایک گھرانے کو زیرزمین سیوریج لائن اور بیت الخلا کے لیے اوسطاً 16 امریکی ڈالر خرچ کرنا پڑے۔ محترمہ پروین رحمان کے مطابق یہ ترقی 'اندرونی' ترقی تھی۔ اگر یہی بہتری شہری حکومت لاتی تو اخراجات 5 گنا زیادہ ہوتے۔

اس وقت اورنگی کے رہائش کنندگان نے 5394 گلیوں میں گٹر بنائے ہیں جو 94122 مکانات میں سے 80,910 مکانات کی خدمت کر رہے ہیں۔

بیرونی ترقی ٹرنک نالوں، گندے پانی کو صاف کرنے والے ٹریٹمنٹ پلانٹوں اور گندے پانی کے طویل ثانوی نالوں پر مشتمل تھی جو کمیونٹی سرانجام نہیں دے سکتی تھی چنانچہ یہ کام ریاست ہی کی ذمہ داری ٹھہرا۔

برسوں کا انتھک کام اب ایک قیمتی ضخیم کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے۔ سروے کے نقشے بھی شامل ہیں جس میں اب تک کے سروے شدہ علاقے کے ہر چھوٹے بڑے نالے کی نشاندہی نہایت عرق ریزی کے ساتھ کی گئی ہے گذشتہ برس شہری حکومت کے ورکس اور سروسز ڈپارٹمنٹ نے پورے کراچی کے گرد پھیلے ہوئے نکاسی آب کے 40 قدرتی نالوں کو ترقی دینے کے لیے او پی پی، آر ٹی آئی سے معاونت کی درخواست کی تھی۔

وہ 21 بڑے نالوں کے سروے نقشے بھی مکمل کر چکے ہیں۔ انہوں نے کراچی کی 539 کچی آبادیوں میں سے 332 کچی آبادیوں کی تفصیلی دستاویز بھی تیار کر لی ہے۔ جس کے ساتھ کراچی کے قدرتی نالوں کو بہتر بنانے کے لیے طبعی اور معاشی تجاویز بھی منسلک ہیں۔ ان نالوں کے ذریعے شہر کا زیادہ تر گندے پانی کا نکاس ہوتا ہے۔

پروین رحمان نے بتایا 'ہم چاہے کچی آبادیوں میں کام کریں یا شہر میں کسی جگہ مصروف کار ہوں۔ ہماری توجہ کا بنیادی مرکز غریبوں کا فائدہ ہی ہوتا ہے'۔

شہری حکومت کے ایک سابق ایگزیکٹو ضلعی آفیسر اور 04-2003ء کے دوران میں 500 ملین امریکی ڈالر کے میگا پروجیکٹ 'تعمیر کراچی پروگرام' کے انچارج شعیب صدیقی کے مطابق او پی پی، آر ٹی آئی کا ڈیٹا بینک بہت سیر حاصل ہے۔

صدیقی نے کہا 'انہیں پورے شہر میں پھیلنا ہی پڑا کیونکہ کچی آبادیوں کے گندے پانی کے نکاس کا نظام بقیہ کراچی سے جڑا ہوا تھا'۔

کچی آبادیز اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل ناصر عباس کی باتوں میں شعیب صدیقی کے جذبات کی بازگشت تھی۔ انہوں نے کہا۔ 'میں اسے ایک کامیاب کہانی سمجھتا ہوں۔ اس خیال کو تقویت اور پھیلاؤ اس لیے ملا کہ یہ معاشی طور پر بہت مضبوط تھا۔ ترقی میں اضافہ کرنے والے پروجیکٹ کی وجہ سے انہوں نے نچلی سطح سے اس کا آغاز کیا پھر بڑھ کر اونچی سطح کا احاطہ کیا۔ یہ ایک ست عمل تھا'۔

لیکن ایسے اربن پلانر بھی ہیں جو ڈیزائن میں او پی پی، آر ٹی آئی کی مہارتوں کے بارے میں کچھ محتاط رویے کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ایک اربن پلانر فرحان انور کا کہنا ہے کہ 'اس وقت او پی پی کے پاس اس قسم کی کوئی صلاحیت اور اہلیت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ حکومت کے پاس منصوبوں کا انتظام سنبھالنے کے لیے ماہرین اور تجربہ دونوں ہیں۔ ان کے نفاذ کے لیے کچھ بہت اچھی مقامی انجینیئرنگ فرم ہیں جو مدد فراہم کرسکتی ہیں'۔

صوبائی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی (سندھ) شعیب بخاری بھی کچھ زیادہ متاثر نہیں تھے۔ 'مجھے او پی پی کے خلوص پر یقین ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ان کے پاس ہر چیز کو کرنے کے لیے مہارت یا اہلیت اور صلاحیت ہے'۔

لیکن اس ماڈل کے بارے میں کچھ نہ کچھ خاص اور ممتاز تو ہے جس کی وجہ سے کراچی کے باہر دیگر 13 شہروں اور ٹاؤنز اس پر عمل پیرا ہیں۔

عالمی بینک نے بھی اس ماڈل کو صوبہ پنجاب کے 100 دیہاتوں میں نقل کے لیے قبول کیا ہے۔ او پی پی، آر ٹی آئی ماڈل نے جنوبی افریقہ، وسطی ایشیا، نیپال اور سری لنکا میں بھی پروگراموں کو متاثر کیا ہے۔

بہ شکریہ: آئی پی ایس

زوفین ٹی۔ ابراہیم

او پی پی: قابضین بہتر حفظانِ صحت کی راہ دکھاتے ہیں

محمد شمس الدین بھنبھناتی مکھیوں، مچھروں، ابلتے ہوئے گڑھوں، بالٹیوں والے بیت الخلا، کیچڑ اور گندے پانی کی نالیوں کو یاد کرکے مضحکہ خیز شکلیں بنا رہے تھے۔ انہیں یاد تھا کہ اورنگی میں اس بات پر بھی جھگڑے ہوتے تھے کہ 'کس کا کوڑا اور فضلہ ہے جس کی وجہ سے بدبو پھیل رہی ہے'۔

لیکن انہیں یہ بھی یاد ہے کہ جب زندگی نے بہتری کی طرف اپنا رخ موڑا، جب حفظانِ صحت کے قدیم اور فرسودہ نظام کی جگہ کارآمد نظام نے لی جو بھی کے لیے مالی طور پر قابل برداشت تھا۔ لیکن ان کی گلی میں رہنے والے دیگر بہت سے لوگوں کی مانند وہ بڑے فخر سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے غلیظ پانی کی نالیوں اور گٹروں کی تعمیر میں ہاتھ بٹایا ہے۔

اورنگی کراچی کی 539 قابض بستیوں میں ایک سب سے بڑی بستی ہے۔ یہ سرکاری زمین پر غیرقانونی قبضے اور ضمنی تقسیم کے ذریعے آباد ہوئی ہے۔ ایک زمانے میں یہ ایک پُرتعفن ٹاؤن شپ تھی جہاں حفظانِ صحت کا کوئی نظام قطعی طور پر موجود نہیں تھا۔

غیرمعیاری مکانات، کھلی غلیظ نالیوں اور گلیاروں کا مالک اورنگی ایک زمانے میں افسران کے لیے ایک ناسور تھا۔ آج تقریباً 25 برس کے بعد وہ اسے ایک مثالی کیس قرار دے کر مقامی اور غیرملکی شہری منصوبہ بندی کرنے والوں، ڈونر ایجنسیوں، پانی کی فراہمی اور حفظانِ صحت کے شعبوں میں سرگرم عمل غیرسرکاری تنظیموں (این جی اوز) اور ماہرین بشریات کے سامنے ایک کامیاب کہانی کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

صاف پانی سب کے لیے

اورنگی کی تبدیلی صورت کو کیمونٹی۔ شہری معاشرے اور ریاست کی بھرپور سہ رخی شراکت داری سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ جس کی بنیاد اورنگی پائلٹ پروجیکٹ اور ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (او پی پی۔ آر ٹی آئی) کے بانی مرحوم اختر حمید خان کے فلسفے پر رکھی گئی ہے۔

ڈاکٹر خان نے 1980ء میں ایک این جی او کی حیثیت سے اورنگی پائلٹ پروجیکٹ ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تاکہ کچی آبادی یا کم آمدنی والی بستیوں کو متحرک اور منظم کرنے میں مدد فراہم کی جائے اور انہیں بلدیاتی خدمات، ہاؤسنگ، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور روزگار تک رسائی میں اپنے متبادل تلاش کرنے کے قابل بنایا جائے۔

مشہور اربن پلانر اور ماہرِ فنِ تعمیر عارف حسن کا کہنا ہے کہ کم آمدنی رکھنے والے گھرانوں کے لیے خدمات کو بہتر بنانے اور پھیلانے کے لیے ایسے کم قیمت اقدامات کا گہرا تعلق ہزار سالہ ترقیاتی اہداف (ایم ڈی جی ایس) کے اندر رہتے ہوئے صحت، تعلیم، خواتین کی معاشی خودمختاری اور ماحولیاتی اہداف کے حصول سے ہے اور او پی پی، آر ٹی ای اس کی ایک گراں قدر مثال ہے۔

گذشتہ برس عالمی صحت کی تنظیم (ڈبلیو ایچ او) اور اقوام متحدہ کے چلڈرن فنڈ (یونی سیف) کی جانب سے ہونے والے ایک سروے کے مطابق پاکستان 2000ء میں ہونے والی اقوام متحدہ کی کانفرنس کے دوران طے ہونے ایم ڈی جی ایس کے مقرر کردہ اہدف کے حصول کے لیے درست راہ پر گامزن ہے۔

ایم ڈی جی ایس کے تحت عالمی کمیونٹیوں کو 2015ء تک بنیادی حفظانِ صحت اور محفوظ پینے کے پانی تک رسائی نہ رکھنے والوں کی تعداد کو نصف کرنا ہوگا۔ 1990ء بنیادی سال تھا جب دنیا کی کل آبادی 5.3 بلین افراد پر مشتمل تھی اس کا 23 فیصد حصہ محفوظ پانی پینے کے ذرائع سے محروم تھا جب کہ 51 فیصد کو حفظانِ صحت کی بہتر سہولتوں تک رسائی حاصل نہیں تھی۔

پاکستان میں پینے کے پانی کی فراہمی کی شرح حفظانِ صحت کی سہولتوں کی بہتری کی شرح کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ کہ اورنگی کی مثال ایک روشن مشعل کی مانند سب سے نمایاں ہے۔

فاروق حسن صاحب کا کہنا ہے کہ 'اس سے واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہری علاقوں میں غریب ترین گھرانوں تک رسائی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ